بسم اللہ الرحمن الرحیم

کامٹی کا ادبی منظر نامہ

آغا محمد باقر (نقی جعفری)

کامٹی کا ادبی منظرنامہ

مصنف

آغا محمد باقر

(نقی جعفری)

پبلشر: آئیڈیل پبلی کیشن ہاؤس، نیا بازار کامٹی

یہ کتاب قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کے مالی تعاون سے شائع کی گئی ہے نیز شائع شدہ مواد سے اردو کونسل کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

© آغا محمد باقر (نقی جعفری)

کتاب کا نام	:	کامٹی کا ادبی منظرنامہ
مصنف	:	آغا محمد باقر (نقی جعفری)
پتہ	:	’کاشانۂ مسلم‘ حماپورہ کامٹی، ضلع: ناگپور مہاراشٹر
	:	jnaqi1214@gmail.com
موبائل	:	07798137310
پبلشر	:	آئیڈیل پبلی کیشن ہاؤس، نیا بازار کامٹی
پرنٹر	:	آئیڈیل پبلی کیشن ہاؤس، نیا بازار کامٹی
کمپوزنگ	:	احسان حیدر، کامٹی 8390111221
سرورق	:	ریحان کوثر (مدیر: ماہنامہ ’الفاظ ہند‘ کامٹی)
اشاعت	:	۲۰۱۶
صفحات	:	۱۸۴
تعداد	:	۵۰۰
قیمت	:	۱۰۲ روپے

☆ ملنے کے پتے ☆

۱۔ اشہر جعفری ساہتیہ اکادمی، گجری بازار کامٹی

۲۔ اشرف نیوز ایجنسی، گول بازار کامٹی

۳۔ آئیڈیل پبلی کیشن ہاؤس، نیا بازار کامٹی

KAMPTEE KA ADABI MANZARNAMA
BY: Agha Mohd. Baquar (Naqi Jafri)
Pub:Ideal Publication House, Nayabazar, KAMPTEE
First Edition : 2016
Price: Rs. 102/-

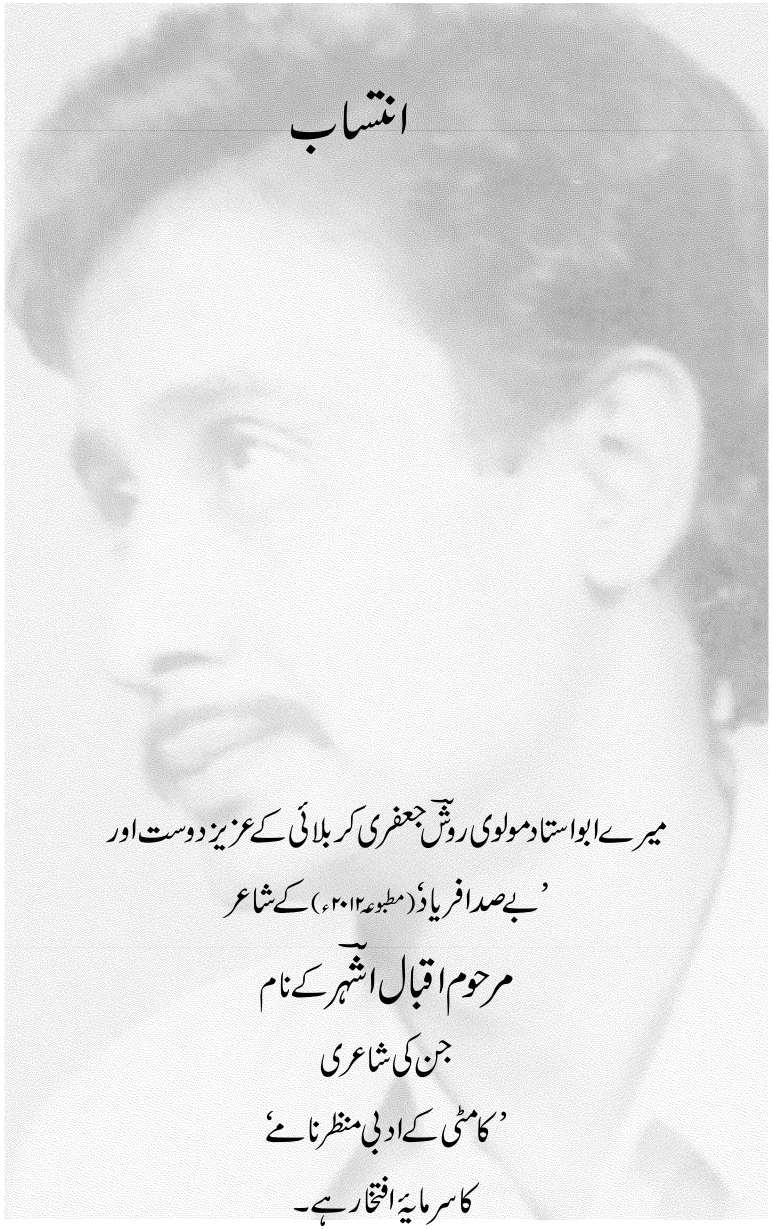

انتساب

میرے ابو استاد مولوی روشؔ جعفری کربلائی کے عزیز دوست اور

'بے صدا فریاد' (مطبوعہ ۲۰۱۲ء) کے شاعر

مرحوم اقبال اشہرؔ کے نام

جن کی شاعری

'کامٹی کے ادبی منظر نامے'

کا سرمایۂ افتخار ہے۔

مشمولات

۱۔	شناس نامہ		۷
۲۔	صلاحیتوں کا خزانہ: نقی جعفری	(وکیل نجیب، ناگپور)	۱۰
۳۔	محرکات		۱۱
۴۔	کامٹی کا ادبی منظر نامہ		۱۵
۵۔	کامٹی میں نثر نگاری		۳۳
۶۔	کامٹی میں روایتی اسلوب سخن		۴۴
۷۔	کامٹی میں صوفیانہ شاعری		۴۷
۸۔	کامٹی کا رثائی ادب		۵۰
۹۔	کامٹی میں ترقی پسند رجحانات		۵۷
۱۰۔	کامٹی میں جدید لب ولہجہ		۶۲
۱۱۔	کامٹی میں اصلاحی ادب		۶۷
۱۲۔	کامٹی میں تاریخ گوئی کا رواج		۷۰
۱۳۔	کامٹی میں ادب اطفال		۷۳
۱۴۔	کامٹی میں مشاعروں کی حسین روایت		۷۶
۱۵۔	کامٹی کی موجودہ ادبی تنظیمیں		۸۵
۱۶۔	کامٹی کے موجودہ شعرا و ادبا		۹۱
۱۷۔	استفادہ		۱۸۱
۱۸۔	اہل علم کے تاثرات		۱۸۴
۱۹۔	تہنیتی قطعہ		۱۸۷
۲۰۔	مصنف کا شجرۂ نسب		۱۸۸

شناس نامہ

نام: آغا محمد باقر

تخلص: نقی جعفری

ولادت: ۱ر جولائی ۱۹۷۷ء

ولدیت: محمد موسیٰ جعفری المتخلص بہ روشؔ جعفری

تعلیم: ایم۔اے

شعری ونثری اشاعت: ❍ ماہنامہ قرطاس ناگپور مئی۔جون ۲۰۰۳ء

❍ روزنامہ انقلاب ممبئی مراسلے بتاریخ ۶ر اپریل ۲۰۱۱ء ، ۱۲ر اپریل ۲۰۱۱ء

❍ اودھ نامہ لکھنؤ مضمون ''نظم لہو کا کینوس'' تاریخ ۳ر اگست ۲۰۱۴ء

❍ طٰا ٹائمز (ناگپور) ۲۲ر اپریل ۲۰۰۷ء

❍ ہفتہ وار 'نرمل کامٹی' ہندی میں متعدد مضامین اور خبر نامے

❍ ماہنامہ 'الفاظ ہند' کامٹی میں غزل

❍ ماہنامہ 'الفاظ ہند' کامٹی ایک صفحہ ایک شاعر

تنقیدی مضامین:

❍ 'جادہ و منزل' مطبوعہ ۲۰۰۲ء شاعر: مرحوم ڈاکٹر غیاث الدین سلیم
مرتب ڈاکٹر سید عبدالرحیم (اچلپور)

❍ 'جوش کی شاعرانہ عظمت' مطبوعہ ۲۰۱۵ء مصنفہ ڈاکٹر سروشہ نسرین قاضی ناگپور

❍ 'مسکراہٹ' (بچوں کے لیے) مطبوعہ ۲۰۱۳ء شاعر: سہیل عالم کامٹی

❍ 'کلیاں کھلنے دو' (بچوں کے لیے) مطبوعہ ۲۰۱۴ء شاعر: سہیل عالم کامٹی

❍ "Thinking Jinius" ناگپور

❍ بے صدا فریاد مطبوعہ ۲۰۱۲ء (آخری صفحات)

❍ مجلّہ سنگ میل ۲۰۰۴ء مدیر: روش جعفری

❍ کلام ناظم کامٹوی مطبوعہ ۲۰۱۵ء

ٹی۔وی نشریات:

❍ ۲۰۱۰ء میں U.C.N. ٹی وی چینل ناگپور سے عید الفطر کے موقع پر ایک غزل اور چند قطعات نشر ہوئے۔ ویڈیو ریکارڈنگ بمقام 'کستور چند پارک' ناگپور میں کی گئی تھی۔

❍ آل انڈیا ریڈیو: ☆ ۲۱ر اگست ۲۰۰۲ء

☆ ۱۹ر مارچ ۲۰۰۳ء

☆ ۲۳ر جون ۲۰۰۶ کو غزلیں اور نظمیں نشر ہوئیں۔

مشاعروں میں شرکت:

❍ آل انڈیا مشاعرہ بمقام گاندھی چوک کامٹی ۲۰۰۲ء

- ناگپور یونیورسٹی کے مشاعرے میں شرکت بحیثیت شاعر اور ناظم
- پوروال کالج کامٹی کے مشاعرے میں بحیثیت شاعر شرکت
- آل ودربھ مشاعرہ 'اچلپور' ضلع امراوتی ۲۰۰۲ء بہ موقع رسم اجرا 'جادہ ومنزل'
- ۲۷؍اکتوبر ۲۰۰۲ء 'نیلم لان' کامٹی میں محکمۂ پولس کی جانب سے منعقدہ مشاعرے میں شرکت۔
- مظہر علی (W.C.L.) کے دولت کدے پر (نیا بازار کامٹی) مسلسل دس برسوں سے آل انڈیا محفل مقاصدہ میں شرکت
- اس کے علاوہ ناگپور اور کامٹی کے عام مشاعروں میں شرکت
- ۱۴؍اگست ۲۰۰۹ء کو 'ٹرافک پارک' بھگوا گھر لے آؤٹ میں پندرہ زبانوں کے مشترکہ مشاعرے میں 'اردو' شاعری کی نمائندگی
- آل انڈیا مشاعرہ ۲۶؍جنوری ۲۰۱۶ء

نیز، ماریس کالج ناگپور اور پوروال کالج کامٹی کی نثری تقاریب میں بھی بحیثیت مقرر شرکت رہی ہے۔

ایوارڈ:

- 'الصدیق' ایوارڈ، ۱۵؍اگست ۲۰۰۹ء مرحوم صدیق اختر انصاری ملٹی پرپز سوسائٹی کامٹی
- 'سالارِ ادب' ایوارڈ، جنوری ۲۰۱۵ء بزم نیاز انجم بدست ڈاکٹر مدحت الاختر

رثائی سرگرمیاں:

- انجمن دستۂ امامیہ کامٹی کے لیے گذشتہ پانچ برسوں سے نوحہ اور سلام لکھنے کی سعادت

حاصل ہے۔ ممبئی، بھوپال، رائے پور وغیرہ کی طرح شب بیداریوں میں خاکسار کا کلام مذکورہ 'انجمن' نے پیش کیا ہے۔

☆☆

صلاحیتوں کا خزانہ: نقی جعفری

ماہر ادیب اطفال وکیل نجیب، ناگپور

اردو کی معروف ومقبول ہستیوں کو عام طور سے یہ شکایت ہے کہ نئے قلمکار اور فن کار سامنے نہیں آرہے ہیں۔ یہ بات پوری طرح صحیح نہیں ہے باشعور علم وادب سے وابستگی رکھنے والے قابل نوجوانوں کو موقع ملتا ہے تو وہ اپنے لیے خود راستہ بناتے چلے جاتے ہیں۔ شہر کامٹی جو علم وادب، کھیل کود، صنعت وحرفت میں ایک اونچا مقام رکھتا ہے اس کی مٹی سے بھی ایسے ایسے فنکار ابھرے ہیں جنھوں نے اپنے لیے اپنے سے متعلق فیلڈ میں نمایاں مقام بنایا ہے ایسے ہی تیزی سے ابھرتے ہوئے ایک نوجوان فن کار ہیں نقی جعفری۔

نقی جعفری میں صلاحیتوں کا خزانہ پوشیدہ ہے جو ان سے گفتگو کے دوران ظاہر ہوتا رہتا ہے جیسے یورنیم اور ریڈیم سے غیر مرئی شعاعیں مسلسل خارج ہوتی رہتی ہیں وہی حال نقی جعفری کا بھی ہے۔ کیا شاعری، کیا نثر اور کیا دنیا جہان کی معلومات۔ ہر ہر موضوع پر جس اعتماد اور خوش اسلوبی سے یہ نوجوان گفتگو کرتا ہے، یقین جانیے مجھے بڑی حیرانی ہوتی ہے۔ بلاشبہ یہ ایک باکمال نوجوان ہے جس کی خوبیاں شاعری، نثر، نظامت اور گفتگو کے دوران خوشبو بکھیرتی رہتی ہیں۔ نہایت قلیل عرصے میں نقی جعفری نے کامٹی کی ادبی تاریخ لکھ ڈالی۔ تحقیق کا کام بڑا وقت طلب ہوتا ہے لیکن تحقیق کے اس خارزار سے یہ نوجوان یوں گذر گیا جیسے گلشن کی سیر کر رہا ہو تمام اردو والوں کی اس نوجوان سے کافی امیدیں وابستہ ہیں اور میرا یقین ہے کہ یہ شعلہ صفت نوجوان ان امیدوں پر کھرا اترے گا اور مستقبل میں ایسے اور کئی معرکے سر کرے گا۔ میں اس کی اس گرانقدر پہلی تصنیف کی اشاعت پر دل سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

محرکات

کسی بھی کتاب کو پڑھنے یا لکھنے کی وجہ اور مقصد ہونا لازمی ہے خواہ وہ مناسب ہو یا نامناسب اس مختصر سی کتاب کے بھی معرض وجود میں آنے کے کچھ اسباب اور مقاصد ہیں۔

(۱) کامٹی کے موجودہ شعرا وادبا کا مکمل تعارف ایک ہی جگہ جمع کر دینا۔

(۲) رفتگاں میں جن شعرا کا ذکر اب تک نہیں کیا جاسکا ہے کم ازکم ان کے نام اور پتے کی ایک فہرست تیار کرنا اس امید کے ساتھ کے آئندہ کوئی مورخ یا محقق انہیں نظر انداز نہ کرسکے مزید یہ کہ اگر کوئی محقق تحقیق کرنا چاہے تو اسے کامٹی کے فراموش کردیئے جانے والے شعرا کا نام اور پتہ آسانی سے مل جائے۔

خدا بہتر جانتا ہے کہ کسی علمی وادبی شخصیت کے وقار کو مجروح کرنے کی غرض سے اس کتاب کی بسم اللہ نہیں کی گئی ہے کتاب میں جہاں جہاں بھی تنقید کے نشتر چلے ہیں وہاں صرف موضوع کی صحت وتندرستی ہی ملحوظ نظر رہی ہے پھر بھی اگر کسی کو کوئی بات ناگوار گذرے تو معذرت خواہی میرا حق ہے اور مجھے اس حق سے دست بردار نہ کیا جائے۔

محققین کے نزدیک تحقیق کے کچھ اصول ہیں جن میں سے بعض سے

روگردانی ناممکن ہے اور کچھ ایسے اصول ہیں جو فضول ہیں۔ میری دانست میں راویوں پر اعتبار کئے بغیر تاریخ نویسی محال ہے لیکن کسی راوی پر بھروسہ کرنے یا نہ کرنے کا کوئی جواز ہونا چاہیے صرف اپنے من چاہے افراد پر تکیہ کرنا اور ان کی آراء کو تاریخی جامہ پہنانے کا رویہ ٹھیک نہیں ہے نیز اپنی متعصب ذہنیت کی تسکین کے لئے کسی راوی کو بلا جواز مشکوک قرار دینا، فن تاریخ نویسی پر ظلم عظیم ڈھائے جانے کے مترادف ہے۔

اقوام عالم کے گتھم گتھا حالات کی بنیادی وجوہات میں سے ایک اہم وجہ جانب دارانہ تاریخ نویسی بھی ہے بنی امیہ اور بنی عباسیہ کے سرکاری خزانوں کے زیر اثر تحریر کی گئی تاریخ آج تک مسلمانوں میں فرقہ بندی کو قائم کیے ہوئے ہے مورخین کے غیر ذمہ دارانہ طرز تحریر کے باعث دنیا کی تاریخ کو آج کی نسل مشکوک نظروں سے دیکھ رہی ہے۔ ''کبیر بانی'' میں سردار جعفری نے شاہی محلوں میں تحریر کی گئی تاریخ کو شاہوں کا قصیدہ ثابت کیا ہے القصہ جس مورخ کی روایت میں درایت کی قلت ہوتی ہے اس کی تحریر تاریخ کے بجائے تاریک بن جاتی ہے اور اس کے یہاں اتہاس کے بجائے بکواس کی کارفرمائی نظر آتی ہے۔

جہاں تک کامٹی کے ادب کی تاریخ کے مکمل احاطہ کرنے کی بات ہے تو یہ دعویٰ میں بھی نہیں کرسکتا اس لیے دوسروں کو ہدف تنقید بنانے کا حق بھی نہیں رکھتا اس ذیل میں صرف اتنا کہا جاسکتا ہے کہ جس نے جتنا بھی کام کامٹی کے ادب کے حوالے سے کیا ہے غنیمت ہے۔ اس کتاب سے پہلے کامٹی کے ادبی منظر نامے کے متعلق جتنا کچھ لکھا گیا ہے وہ کامٹی کے ادب کا تاریخی سرمایہ ہے اسے قدر کی نگاہ سے دیکھا جانا

چاہیے۔ چھان پھٹک کرنے کا حق تو ہر محقق کو اور طالب علم کو ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں ہے کہ تاریخ میں جو کچھ ہے سب جھوٹ کا پلندہ ہے در حقیقت یہ انسان کی فطری مجبوری ہے کہ اسے جھوٹ کہنے کے لیے بھی سچ کا سہارا لینا پڑتا ہے اس لیے جھوٹ سے بھری ہوئی تاریخ میں بھی سچ کی موجودگی کا امکان باقی رہتا ہے اور سچ بہر حال قابل احترام ہوتا ہے۔

اس کتاب کی تیاری اور مواد کی حصولیابی میرے لیے کوئی بہت بڑا دشواریوں بھرا مرحلہ ثابت نہیں ہوا اس کی اہم وجہ بچپن سے اہل ذوق کی صحبت رہی ہے۔ میں چار پانچ برس کی عمر سے 'گجری بازار' میں اپنے والد استاد مولوی روشنؔ جعفری کی ٹیلرنگ شاپ میں کئی کئی گھنٹے بیٹھنے لگا تھا یہاں کامٹی اور ناگپور کی عظیم علمی و ادبی شخصیات آیا کرتیں تھیں جن کی باتیں میرے لیے کبھی کبھی بوریت کا سبب بنتی اور کبھی کبھی دلچسپی کا باعث۔ 'کامٹی کے ادبی منظر نامے' کے متعلق بہت ساری معلومات تو مجھے یہیں سے حاصل ہوگئیں تھیں اور کچھ میں نے 'کامٹی کی ادبی تاریخ' اور 'کامٹی کی شعری روایت' سے اخذ کی ہیں اس لیے اگر میری اس کتاب میں کہیں کوئی خوبی نظر آئے تو اس کا سہرہ مذکورہ کتب کے مصنفین اور کامٹی کے باشعور افراد کے سر باندھا جانا چاہیے اور کمزوریوں کے لیے میں تن تنہا ذمہ دار ہوں غلطیوں کا امکان انسان ہی سے مخصوص ہے اس لیے میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ جو کچھ بھی اس کتاب میں ہے سو فیصدی درست ہے ممکن ہے کچھ باتیں خلاف واقعہ بھی در آئی ہوں اسے میری کم علمی پر محمول کیا جائے۔

مہاراشٹر کے ضلع ناگپور سے متصل شہر کامٹی کے ادبی منظر نامے کی تیاری میں جن دوستوں اور بزرگوں کا مجھے دامے، درمے، سخنے تعاون حاصل رہا ہے میں ان کا ممنون و مشکور ہوں، ڈاکٹر مدحتؔ الاختر، ڈاکٹر ارشد جمال سہیلؔ عالم، طارقؔ اشہر، عمر فاروق، منظور الحق انصاری (شاکرؔ) محمد ایوب (ائیر انڈیا)، ڈاکٹر فیروز حیدری، ڈاکٹر رفیق اے۔ ایس۔ پروفیسر محمد اسرار (پوروال کالج) ،نشاط انصاری، خورشید عالمؔ، رضوانؔ رضوی، ماسٹر وقار احمد، ریحان کوثر (مدیر الفاظ ہند)، مولانا احسان حیدر، ماسٹر اظہر حیدری، مبارک حسین اور حکیم اختر الاسلام سلیمیؔ صاحبان کا رسمی طور پر شکریہ ادا کرنا میں سمجھتا ہوں کوئی مناسب بات نہیں ہے بلکہ مذکورہ حضرات میرے نزدیک شکریے جیسے روایتی الفاظ سے زیادہ کے حقدار ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سے محمدؐ و آل محمدؐ کے صدقے میں اپنے والد محترم استاد مولوی روشنؔ جعفری کربلائی اور بڑے ابا مولانا مسلم رضا جعفری (پیش امام جعفریہ مسجد) کی صحت وسلامتی کی دعا کرتا ہوں۔

آمین!

آغا محمد باقر (نقی جعفری)

کامٹی کا ادبی منظر نامہ

شہر کامٹی کے ادبی منظر نامے کا پہلا باب غوثؔ مدراسی کے بعد موجودہ محلّہ وارث پورہ میں کھلتا ہے۔ کامٹی کے پہلے صاحب دیوان شاعر منشی سعیدؔ کامٹوی وارث پورہ کے رہائشی تھے۔ منشی سعیدؔ کو شعر و ادب سے کس قدر شغف تھا اس کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ انہوں نے کامٹی میں ادبی ماحول کی آبیاری کے لیے 'شمالی ہند' سے استاد تجملؔ حسین جلال پوری کو کامٹی میں بلوالیا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے استاد تجمل حسین کے ارد گرد تشنگان فن کا ایک حلقہ بن گیا۔ منشی سعیدؔ، غوثؔ مدراسی کے بعد استاد تجملؔ حسین کی شاگردی میں پروان چڑھے اور پھر خود فن شاعری میں اتنا کمال حاصل کرلیا کہ 'کامٹی' کے بیشتر شعرا انہی سے مشورۂ سخن کرنے لگے۔ اخگرؔ (ف:۱۹۶۰ء)، اخضرؔ (ف:۱۹۶۶ء)، اسحٰق (ف:۱۹۶۱ء)، سراجؔ (ف:۱۹۲۱ء)، آغاؔ (ف:۱۹۵۲ء)، احقرؔ (ف:۱۹۵۰ء) اور حافظ یار محمد انورؔ (ف:۱۹۷۴ء) وغیرہ سعید کامٹوی کے معروف شاگردوں کے اسمائے گرامی ہیں۔ منشی سعیدؔ کامٹوی کا انتقال ۱۹۳۰ء میں ہوا۔ اگست ۱۹۹۹ء میں سعید کامٹوی (عہد، شخصیت اور فن) کے عنوان سے ڈاکٹر عبدالحمید پٹیل صاحب کی ایک تحقیقی اور تنقیدی نوعیت کی کتاب محترم ڈاکٹر ارشد جمال صاحب نے نشر کی ہے۔ سعید کامٹوی کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لیے مذکورہ کتاب

سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ ڈاکٹر عبدالحمید پٹیل صاحب نے سعیدؔ کامٹوی پر کافی عمدہ کام کیا ہے۔

منشی سعیدؔ کامٹوی کے بعد حافظ یار محمد انورؔ کی بدولت 'کامٹی کے ادبی منظر نامے کا دوسرا دروازہ محلّہ لکڑ گنج میں وا ہوا۔ حافظ یار محمد انورؔ، منشی سعیدؔ کے انتہائی باکمال شاگردوں میں سے تھے۔ اسی لیے سعیدؔ کامٹوی کے بعد زیادہ تر شعرا انہی سے اصلاح لیا کرتے تھے یہ بیسویں صدی کے وسط کے کچھ بعد تک کے زمانے کی بات ہے۔

حافظ یار محمد انورؔ کا مجموعۂ کلام 'تجلیات انور' شائع ہو چکا ہے۔

حافظ یار محمد انورؔ کے بعد کامٹی کے ادبی منظر نامے کا تیسرا لیکن کافی بڑا دروازہ محلّہ صوفی نگر (بھوئی لائن) میں بڑی شان سے کھلا۔ کامٹی کے کثیر التعداد شاگردوں کے استاد اور فن شاعری سے مالا مال شاعر حضرت شاطرؔ حکیمی 'بھوئی لائن' کے رہائشی تھے۔

حضرت شاطرؔ حکیمی کے بعد کے زمانے میں استادی اور شاگردی کے رواج میں کمی آنے سے کسی خاص علاقے کو مرکزی حیثیت حاصل نہیں رہی۔ لیکن کچھ عرصہ بعد ۱۹۹۰ء کے دہے میں مولوی روشؔ جعفری کے پاس کامٹی کے نومشق شعرا اصلاح کی غرض سے آنے لگے آج استاد روشؔ جعفری کامٹی کے اساتذہ میں شمار ہوتے ہیں۔ اس لحاظ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ کامٹی کے ادبی منظر نامے کا چوتھا باب محلّہ حسین آباد میں کھلا ہوا ہے روشؔ جعفری کے شاگردوں میں ماسٹر ہارون رشید عادلؔ (مرحوم)، طالب حسین پنجابی (مرحوم)، شفق حیدری، خورشید عالمؔ، ماسٹر اظہرؔ حسین، سہیلؔ عالم،

رضوانؔ رضوی، آصف عمرانؔ، حسن رضا شمسؔ اور راقم الحروف آغا محمد باقر (نقیؔ جعفری) معروف ہیں۔

کامٹی کے قصر شعر و سخن میں مذکورہ دروازوں کے علاوہ بڑے خوبصورت اور قابل ذکر دریچے بھی ہیں، کھڑکیاں بھی ہیں، بام بھی ہیں اور آنگن بھی ہیں نیا بازار، پیلی حویلی، بھاجی منڈی، قریش نگر، قادر کا جھنڈا، مولانا آزاد نگر (نیو کامٹی)، بنکر کالونی اور محلہ اسماعیل پورہ وغیرہ میں خوش فکر اور منجھے ہوئے شعرا پیدا ہوئے ہیں بلکہ آج بھی ہیں یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ’کامٹی کے ادبی منظر نامے‘ کے تمام ادوار میں ’گجری بازار‘ کو ایک انفرادی اہمیت حاصل رہی ہے۔

گجری بازار

یہ شہر کامٹی کا کاروباری علاقہ ہے یہاں ہفتہ واری بازار جمعہ کو لگتا ہے اس کے علاوہ اہل ہنود کا مشہور تہوار دسہرے پر یہاں ایک بڑا سا میلہ بھی لگتا ہے۔ سید مسعود سالار غازیؒ کے عرس کی مناسبت سے غازی میاں کا میلہ بھی یہاں منعقد ہوتا ہے جس میں ایک مخصوص قسم کا صوفیانہ کلام ’پچرا‘ پڑھا جاتا ہے آج کل الحاج نعیم خلیفہ ’پچرا‘ کے استاد ہیں۔ گجری بازار، کامٹی کا چونکہ وسطی علاقہ ہے اس لیے تمام شہر کے لوگوں کی یہاں آمد و رفت لگی رہتی ہے کامٹی کی سیاسی شخصیات سے لے کر فٹبال کے کھلاڑی تک اور سماجی کارکنان سے لے کر اہل ذوق حضرات تک سب کی گجری بازار میں محفل جمتی ہے۔

آج سے ۴۰/۵۰ سال پہلے تک گجری بازار پورے ملک میں ہینڈ لوم پر تیار

ساڑیوں کے مارکیٹ (منڈی) کی حیثیت سے مشہور تھا اسی لیے کامٹی کی بنکر برادری کا یہاں اجتماع سالگا رہتا تھا کامٹی کے اکثر مذہبی، سیاسی اور ادبی وشعری جلسے اسی علاقے میں منعقد ہوا کرتے تھے۔ کامٹی سے ساڑیوں کی صنعت کے خاتمے کے ساتھ ہی گجری بازار کی شناخت بھی تبدیل ہوگئی لیکن اس کی سماجی ومعاشرتی حیثیت میں کوئی فرق نہیں آیا کامٹی کی فعال ادبی تنظیمیں ’بزم غالبؔ‘، ’انجمن عصری ادب‘ اور عادلؔ علمی مرکز وغیرہ کی ادبی سرگرمیوں کا مرکز یہی علاقہ رہا ہے انجمن ضیاء الاسلام پبلک لائبریری آج بھی یہاں موجود ہے ڈاکٹر مدحت الاخترؔ اور ’فائن آرٹ گروپ‘ کے اراکین آج بھی گجری بازار میں ’نیاز یزدانی‘ کی ٹیلرنگ شاپ میں بیٹھتے ہیں۔ ’یٰسین عطر سینٹر‘ (عارف بھائی) کے بینچ پر بھی اہل ذوق شام کے وقت بیٹھے ہوئے نظر آتے ہیں۔ خاص طور سے نشاط انصاری اور محمد ایوب صاحب (ایئر انڈیا)، غریب پرورؔ، عبدالقدیر ہنرؔ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ اس کے علاوہ استاد مولوی روشنؔ جعفری کی ’ٹیلرنگ کی دوکان‘ جو ’گوہر کینٹین‘ کے پاس ہوا کرتی تھی۔ کامٹی کی جید علمی وادبی شخصیات کی بیٹھک سے عبارت ہو کر رہ گئی تھی آج کل راقم الحروف اسی جگہ پر کنفیکشنری اسٹور چلا رہا ہے۔

جعفریؔ ٹیلرنگ شاپ میں حضرت شاطرؔ حکیمی، اثرؔ کریمی، نظرؔ رشیدی، خلشؔ قادری، ڈاکٹر یونس افسرؔ، کیفیؔ اسماعیلی، مولانا اعجازؔ، تابشؔ حلیمی کے علاوہ اقبال اشہرؔ، غیورؔ جعفری، طالبؔ حسین پنجابی، ماسٹر ہارون رشید عادل، اعجاز مالک، عبدالرحیم خان صاحب، سلیمان پہلوان وغیرہ بلا ناغہ تشریف لاتے تھے۔ جعفری ٹیلرنگ شاپ

ہی عادؔل علمی مرکز کا دفتر بھی تھا آج کل منظور الحق انصاری، حکیم اختر الاسلام سلیمیؔ، ماسٹر اظہرؔ حیدری، خورشید عالمؔ، سہیلؔ عالم، رضوانؔ رضوی، دلدار حسین شفقؔ، عبدالحفیظ انصاری، طارق اشہرؔ قریشی، آصف عمرانؔ، مولانا احسان حیدر، عمر فاروق، مبارک حسین جعفری وغیرہ کی مستقل نشست جعفری ٹیلرنگ شاپ ہی ہے۔

استاد مولوی روشؔن جعفری کی ٹیلرنگ شاپ کے علاوہ 'گول بازار' (گجری بازار کا ہی علاقہ) میں حقؔ فیاضی بھی اپنے احباب کے ساتھ ادبی وشعری تگ ودو میں لگے رہتے ہیں۔ القصہ 'گجری بازار' کامٹی کے ادبی منظر نامے کا ناقابل فراموش باب ہے۔

کامٹی کی مسلم آبادی کے متعلق عام رائے یہی ہے کہ ۱۸۵۷ء کے بعد کامٹی میں مسلمان روزگار کی تلاش میں آئے لیکن یہ خیال صرف شمالی ہند سے آنے والی انصاری برادری تک ہی محدود ہے حالانکہ بعض مورخین کی تحریروں سے اندازہ ہوتا ہے کہ انصاری برادری کی آمد اس علاقے میں ۱۸۵۷ء سے قبل ہو چکی تھی۔ 'ڈاکٹر چندر[۱] شیکھر گپت' کے مطابق ''گونڈ راجا بخت بلند شاہ کے اسلام قبول کرنے کے بعد ناگپور میں مسلمانوں کی آبادی بڑھی۔ نتیجتاً ناگپور میں سواری، تعزیہ اور محرم منایا جانے لگا۔'' ڈاکٹر گپت، کی بات کو اگر درست تسلیم کرلیا جائے تو یہ اٹھارویں صدی کے ابتدائی زمانے کی بات ٹھہرے گی۔ راجا بخت بلند شاہ کے بعد اس کا بیٹا تخت نشین ہوا اور اس کا انتقال ۱۷۳۵ء میں ہوا۔ ہر چند کہ ڈاکٹر چندر شیکھر گپت نے کامٹی کا ذکر نہیں کیا ہے تاہم کامٹی ناگپور ہی کا ایک حصہ ہے اس لیے ہم سمجھ سکتے ہیں کہ ۱۸۵۷ء سے بہت پہلے

ا۔ (Thinking Jinius Nagpur دسمبر ۲۰۰۹ء)

مسلمان اس علاقے میں آباد ہو چکے تھے۔ جیسا کہ 'ڈاکٹر گپت' نے لکھا ہے کہ ''راجا بخت بلند شاہ کے زمانے میں ناگپور میں تعزیہ، سواری اور محرم منایا جانے لگا۔'' کامٹی میں بھی محرم کے ایام میں سواری کا جلوس ایک زمانے سے نکلتا رہا ہے۔ حکیم اختر الاسلام سلیمیؔ صاحب کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ کامٹی میں سواری اور محرم کی دیگر رسوم بہت قدیم ہیں۔ کامٹی کی عظیم علم دوست شخصیت ماسٹر شیخ حسین ربّانی بہ نفس نفیس سواری کے جلوس میں 'لوبان دانی' لے کر جلوس کے آگے آگے چلتے تھے۔[۱]

جہاں تک راجا بخت بلند شاہ کے عہد حکومت کا سوال ہے تو اس زمانے میں شہر کامٹی کی مذہبی وثقافتی رسوم کا صراحت کے ساتھ ذکر کرنے والا اب تک کامٹی میں راقم الحروف کو کوئی نظر نہیں آیا۔ لیکن کامٹی میں جن حضرات کے یہاں سواری کا اہتمام کیا جاتا رہا ہے وہ کامٹی کے قدیم باشندے ہیں اور ان میں سے اکثر کا آبائی تعلق شمالی ہند کے بجائے جنوبی ہند اور علاقۂ برار سے ہے ان کے آبا واجداد ۱۸۵۷ء سے پہلے کامٹی میں آباد ہو چکے تھے۔[۲] جنوبی ہند کے مسلمانوں کے توسط سے اردو نے بھی انیسویں صدی کی ابتدائی دہائیوں میں یہاں اپنا مسکن بنا لیا تھا۔[۳]

کامٹی کی قدیم مسلم آبادی کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ موجودہ محلّہ قادر کا جھنڈا' (مودی) میں آباد تھی۔ غوثؔ مدراسی[۴] اسی مسلم برادری کے فرد تھے لیکن کامٹی

ا۔ حکیم اختر الاسلام سلیمیؔ پتہ: نزد ڈریگن پیلس مولانا آزاد نگر نیو کامٹی
۲۔ منٹو بابا سواری والے پتہ: کولسا ٹال کامٹی
۳۔ سعیدؔ کامٹوی عہد، شخصیت اور فن مطبوعہ ۱۹۹۹ء صفحہ ۱۹
۴۔ غوث مدراسی کے متعلق جناب صادق الرحمٰن صاحب (قادر جھنڈا) سے پوچھ تاچھ کی لیکن کوئی اہم معلومات دستیاب نہ ہو سکی۔

میں ایک مسلم آبادی اور تھی جس کا ذریعۂ معاش گھوڑوں اور بیلوں کے سموں میں نال ٹھونکنا تھا یہ نال بند برادری ۱۸۵۷ء کے آس پاس کامٹی سے ہجرت کر گئی متذکرہ نال بند برادری کی کامٹی میں بود و باش کا بین ثبوت 'مسجد جعفریہ' حماپورہ ہے۔

مسجد جعفریہ

'مسجد جعفریہ' کامٹی کی قدیم مساجد میں سے ہے۔ محلّہ حسین آباد میں شمالی ہند کے شیعہ مسلمانوں کی آبادی سے پہلے یہ مسجد وجود میں تھی جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے کہ محلّہ حمال پورہ کی نال بند برادری کامٹی سے ہجرت کر گئی اس لیے مسجد بھی پوری طرح سے ویرانی کا شکار ہوتی چلی گئی اور رفتہ رفتہ صفحۂ ہستی سے یکسر معدوم ہوگئی جب حماپورہ سے لگا ہوا محلّہ شمالی ہند کے مسلمانوں سے آباد ہونا شروع ہوا تو اس زمانے میں مسجد کے ہلکے ہلکے آثار موجود تھے لیکن اس کی تعمیر نو کی ذمہ داری کسی نے ادا نہیں کی اس لیے آگے چل کر مسجد کا نام ونشان تک باقی نہ رہا بہر حال حسین آباد کے 'شیعہ مسلمان' اپنے بزرگوں سے زبانی سنا کرتے تھے کہ پہلے حماپورہ میں 'خواجہ عبارت حسین' کے گھر کے عقب میں ایک مسجد تھی، وہ تو بھلا ہو جناب یونس پٹواری (مومن پورہ ناگپور) اور مولانا مسلم رضا صاحب کا کہ انہوں نے ازسرنو مسجد کی بازیافت کی کوششیں کیں اور آج مذکورہ مسجد 'مسجد جعفریہ' کے نام سے کامٹی کے جغرافیہ پر موجود ہے۔ متذکرہ مسجد کا اندراج ۱۹۱۴ء کے نقشے میں نہیں تھا لیکن ۱۸۹۰ء کے سرکاری نقشے میں مسجد کی نشان دہی موجود تھی اسی وجہ سے مسجد کی اراضی کم ہی سہی لیکن ۱۹۷۴ء میں مسلمانوں کے ہاتھ آئی۔ مسجد کی حصولیابی کے لئے جدو جہد کرنے والوں میں مرحوم

الحاج اظہار الحسن حیدری (مرحوم) صاحب اور ان کے رفقا ادنیٰ سیٹھ، محمود الحسن، نظیر الحسن اور افتخار حسین (ریٹائرڈ پولس انسپکٹر) صاحبان کا نام معروف ہے۔

متذکرہ نال بند برادری میں کوئی شاعر یا ادیب ہوا ہے یا نہیں یہ معلوم کرنا آج ناممکنات کی حدود میں داخل ہو چکا ہے جس برادری کے متعلق آج معمولی سی بھی معلومات حاصل کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے اس کی معاشرتی یا تہذیبی زندگی پر صرف قیاس ہی کیا جا سکتا ہے۔

کامٹی کی مسلم آبادی کے متعلق جیسا کہ عام رائے ہے کہ پہلے جنوبی ہند کے مسلمان یہاں آباد ہوئے اور ان کے بہت بعد میں شمالی ہند کے مسلمان قافلہ در قافلہ اس علاقے میں آباد ہوئے، یہ رائے درست معلوم ہوتی ہے اس لیے ہم تسلیم کر سکتے ہیں کہ 'کامٹی کے ادبی منظر نامے' کا آغاز دکنی اردو میں ہوا ہوگا اور آگے چل کر تجمّل حسین جلال پوری کے اثر سے شمالی ہند کا لہجہ غالب آ گیا ہو جس کی وجہ سے کامٹی کا بیشتر ادبی سرمایہ دکن کے بجائے اودھ کے زبان و بیان سے مملو نظر آتا ہے۔ بہر حال اتنا تو طے ہے کہ کامٹی کے ادبی منظر نامے پر شمالی ہندوستان کے اسلوب شاعری کی حاکمیت رہی ہے اور آج بھی ہے، کامٹی کا ادبی سرمایہ بالخصوص اسلوب شاعری یعنی زبان کا رکھ رکھاؤ دکن کی نمکینی کے بجائے اودھ کی شیرینی سے لبریز ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ غوثؔ مدراسی بذات خود دہلی اور لکھنؤ کے طرزِ سخن سے متاثر رہے ہوں گے یا پھر دکنی لہجے کو کامٹی میں غالب کرنے کی شعوری طور پر کوشش ہی نہیں کی، ویسے بھی شمالی ہند کے لوگوں کا مزاج علاقائیت کے معاملے میں بڑا شدید واقع ہوا ہے اس لیے ان

سے یہ توقع کرنا کہ وہ غوثؔ مدراسی سے مشورۂ سخن کے ساتھ ساتھ جنوبی ہند کے لہجے کو بھی اپنی شاعری میں استعمال کریں گے بعید از قیاس ہے۔

کامٹی میں لکھنوی انداز بیان کے اثرات کی ایک بڑی وجہ میر انیسؔ کے مراثی بھی ہو سکتے ہیں۔شہر کامٹی کے متعدد بزرگوں سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ گذشتہ تین چار دہے پہلے تک ماہِ محرم الحرام میں بلا تفریق مسلک شہر بھر میں مرثیہ سماعی کی محفلوں کا رواج عام تھا موجودہ محلّہ لکڑ گنج میں تو باقاعدہ تعزیہ داری بھی رائج تھی۔ مٹکی پارٹیوں کا دنگل بھی ایام عزا کی ایک رسم تھی جس میں مشاہیر شعرا کے رثائی کلام بعنوان ’شہیدی‘ مٹکی پارٹیاں بڑے جوش او رولولے کے ساتھ پیش کرتیں تھیں یہی وہ زمانہ تھا جب کامٹی میں شعروسخن کا ہر طرف ماحول تھا یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ کامٹی کا ادبی منظر نامہ نوابوں اور رجواڑوں کا مرہون کرم کبھی نہیں رہا بلکہ اس چھوٹے سے شہر کے زندہ دل افراد اپنی محنت مشقت کی گاڑھی کمائی سے یہاں کے ادبی ماحول کی آبیاری کرتے رہے حالانکہ کامٹی کے بیشتر ادب نواز نہ تو شاعر تھے اور نہ ہی ادیب باجوداس کے وہ کامٹی کا شاعرانہ ماحول برقرار رکھنے کے لیے ہمہ وقت سرگرم عمل رہے ایسے لوگوں میں ماسٹر صفیؔ اللہ عادل مرحوم اور ماسٹر حمید جمال کا نام جلی حروف میں لکھے جانے کے قابل ہے ماسٹر صفیؔ اللہ عادل فن شاعری میں بھی دست رس رکھتے تھے ان کی ایک نعت ’مجلّہ سنگ میل ۲۰۰۴ء (مدیر روشؔ جعفری) کے صفحہ نمبر گیارہ پر ذکر جمیل کے عنوان سے شائع ہوئی ہے۔ ماسٹر صفیؔ اللہ عادل کی علمی و ادبی اور سماجی خدمات کے اعتراف کے طور پر کامٹی میں ۱۹۹۰ء کے آس پاس عادلؔ علمی مرکز کے نام

سے ایک ادبی تنظیم تشکیل دی گئی عادل علمی مرکز کی کارگذاریوں کا ذکر آگے کے صفحات پر موجود ہے۔

کامٹی کا پہلا باقاعدہ شاعر کون ہے اس معاملے میں کامٹی کے اہل علم کی رائے میں اختلاف پایا جاتا ہے ایک طبقے کا خیال ہے غوثؔ مدراسی کامٹی کے پہلے شاعر ہیں جب کہ دوسرا طبقہ استاد تجمل حسین جلال پوری کو ترجیح دیتا ہے اس کے علاوہ کچھ افراد کی رائے ہے کہ منشی سعیدؔ کامٹوی کامٹی کے پہلے باقاعدہ شاعر ہیں حالانکہ سعیدؔ کامٹوی ،غوثؔ مدراسی اور تجمل حسین کی شاگردی میں پروان چڑھے، میرے نزدیک غوثؔ مدراسی کامٹی کے پہلے شاعر کے لقب سے نوازے جانے کے زیادہ مستحق ہیں۔

جو لوگ استاد تجمل حسین جلال پوری کو کامٹی کا پہلا باقاعدہ شاعر گردانتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ ہر چند ’تجمل حسین جلال پوری‘ مستقل طور پر کامٹی میں مقیم نہیں رہے پھر بھی وہ کامٹی کے ابتدائی شعرا میں شمار کیے جائیں گے کیونکہ انہوں نے کامٹی میں شاعروں کی پہلی کھیپ جو تیار کی ہے۔

استاد تجمل حسین جلال پوری (ف:۱۹۳۴ء)

استاد تجمل حسین کا وطن جلال پور ضلع امبیڈکر نگر یو۔پی تھا۔استاد تجمل حسین کے متعلق کچھ زیادہ معلومات دستیاب نہیں ہیں۔مشہور شاعر اہل بیتؑ ڈاکٹر عباس رضا[1]

۱۔ ڈاکٹر عباس رضا نیرؔ، صدر شعبۂ اردو لکھنؤ یونیورسٹی لکھنؤ

حرف ابجد ملنے کا پتہ: اقرا کمپیوٹر سینٹر ۱۳/ی کانجور وڈ الہ آباد (یو۔پی)

نیّر جلالپوری سے رابطہ کرنے پر انہوں نے انوؔر جلالپوری کی کتاب ''حرف ابجد'' کے چند صفحات بذریعۂ 'واٹس اپ' ارسال کیے۔ صفحہ نمبر ۱۸ پر تحریر ہے کہ:

''جلال پور کے پہلے شاعر حضرت تجمل حسین جلالپوری تھے۔ جن کا انتقال ۱۳۵۲ھ بمطابق ۱۹۳۴ء میں بمبئی میں ہوا اور وہیں قبرستان بڑا سونا پور مہالکشمی میں آسودۂ خاک ہوئے۔''

انوؔر جلالپوری نے تجمل حسین کو مصحفی لکھنوی کے تلامذہ میں شمار کیا ہے اور ان کے مذہبی نقطۂ نظر کے حوالے سے بھی سرسری طور پر لکھا ہے کہ استاد تجمل حسین، مولانا سید بشیر احمد صاحب مرحوم و مغفور 'دیوہ شریف' سے بیعت بھی تھے اور انہیں ان کے پیرو مرشد سے خلافت بھی عطا ہوئی تھی آگے انوؔر جلال پوری تحریر فرماتے ہیں ''کہ استاد تجمل حسین جلال پوری کا سیمابؔ اکبر آبادی سے بھی تعلق تھا۔ استاد تجمل حسین جلال پوری کا مکان جلال پور کے محلّہ مینم تل میں تھا۔ جواب الحاجر نبی احمد صاحب کی ملکیت ہے۔'' کتاب ''حرفِ ابجد'' میں نمونہ کلام کے طور پر استاد تجمل کے چند نعتیہ اشعار بھی درج ہیں۔

ہر چند کہ استاد تجمل حسین جلالپوری کے متعلق بہت ہی محدود معلومات دستیاب ہے لیکن جس قدر بھی ہے اس سے بخوبی یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ استاد تجمل حسین جلال پوری فن شاعری سے پوری طرح بہرہ مند اور ایک باکمال شاعر تھے۔ استاد تجمل حسین جلال پوری کی ایک منقبت مصطفائی میلاد پارٹی (بھوئی لائن کامٹی) سے بذریعۂ سہیل عالم راقم الحروف تک پہنچی ہے منقبت مرصع ہے اور استادانہ ہے۔ مذکورہ اشعار سینہ بہ سینہ مصطفائی میلاد پارٹی تک پہنچے ہیں۔

منقبت

یا پیر دستگیر زمن آپ ہی تو ہیں
غمخوار درد و رنج و محن آپ ہی تو ہیں
گل چہرہ اور غنچہ دہن آپ ہی تو ہیں
عاشق ہیں جن کے اہل چمن آپ ہی تو ہیں
حیدرؓ کے نور دیدہ پیمبرؐ کے لاڈلے
لخت دل حسینؓ و حسنؓ آپ ہی تو ہیں
سارے جہاں میں دھوم ہے جن کے کلام کی
ایسے تجمل اہل سخن آپ ہی تو ہیں

مورخہ ۱۱؍اکتوبر ۲۰۱۵ء روزنامہ اردو ٹائمز ممبئی ص ۹ پر خلیق الزماں نصرت (بھیونڈی) کا ایک مختصر سا مضمون شائع ہوا ہے جس میں استاد تجمل حسین جلالپوری کے متعلق دو ایک جملے تحریر ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ استاد تجمل حسین نہ صرف تصنیف بلکہ تالیف کے ذوق سے بھی بہرہ مند تھے۔ خلیق الزماں صاحب فرماتے ہیں: ''ایک جمعہ کو میں چور بازار (ممبئی) گیا وہاں کے فٹ پاتھ سے اکثر میں پرانی کتابیں خریدتا ہوں وہاں میری نظر ایک شعری انتخاب پر پڑی۔ ایک بوسیدہ حالت کی یہ کتاب 'اخلاقِ کریمی' تھی جس کو حاجی تجمل حسین جلالپوری مقیم ممبئی نے ترتیب دیا تھا یہ کریمی پریس ممبئی سے ۱۳۲۶ھ میں شائع ہوا تھا۔''

مذکورہ کتاب حاجی تجمل حسین کے ممبئی قیام کے دوران شائع ہوئی ہوگی اسی

لیے نام کے ساتھ مقیم ممبئی درج ہے۔

استاد تجمل حسین جلالپوری، غوثؔ مدراسی اور منشی سعیدؔ کا ساتھ کامٹی میں ۱۹۱۰ء سے ۱۹۳۴ء تک تسلیم کیا جاتا ہے۔

۱۹۳۵ء کے بعد کامٹی کے ادبی منظرنامے کا مطلع پورے طور پر صاف اور واضح ہوتا چلا جاتا ہے حافظؔ انور، نواب غازی اور شاطرؔ حکیمی جیسے جلیل القدر شعرا ایوان شعروسخن میں داخل ہو چکے تھے انورؔ کامٹوی کی شعری صلاحیتوں کا اعتراف کیا جا چکا تھا۔ نوابؔ غازی کی استادی بازارسخن میں سکۂ رائج الوقت کی طرح اعتبار کی منازل طے کررہی تھی۔ اس کے بعد کا زمانہ کامٹی کے ادبی ماحول کے لئے اور بھی زیادہ خوش گوار ثابت ہوا یہ وہ زمانہ تھا جب نظریاتی شاعری کی تحریکات سرابھار رہی تھیں نظرؔ رشیدی، رجب علی سہیلؔ، امداد علی امدادؔ، اثرؔ کریمی، یونس افسرؔ، عزیز قدوسی، اور تابشؔ حلیمی وغیرہ اپنی شناخت قائم کر چکے تھے۔ کامٹی کے ادبی منظرنامے کے حوالے سے اس زمانے تک کے حالات یا تو میرے شنیدہ ہیں یا خواندہ ہیں لیکن ۱۹۸۵ء کے بعد کا زمانہ آنکھوں دیکھا ہے۔

۱۹۸۵ء کے بعد کامٹی کے ادبی منظرنامے پر پوری طرح نئی نسل کے شعراو ادباء کی اجارہ داری قائم ہو چکی تھی ایک طرف ڈاکٹر مدحت الاختر، غیورؔ جعفری اور عبد الرحیم نشترؔ وغیرہ جدید اسلوب سخن کے ذریعے ہندوستان کے موقر رسائل وجرائد میں کامٹی کی نمائندگی کررہے تھے تو دوسری طرف 'انجمن عصری ادب' بھی اپنی ادبی سر گرمیوں سے کامٹی کے ادبی ماحول میں تازگی پیدا کررہی تھی عادل علمی مرکز کا باقاعدہ

قیام نہیں ہوا تھا لیکن اقبال اشہرؔ اور استاد مولوی روشؔ جعفری اینڈ گروپ کی علمی وادبی دھاک کامٹی کے ادبی منظرنامے پر بیٹھ چکی تھی یہ زمانہ کامٹی کی ادبی وشعری فضا کے لحاظ سے بے مثل و بے نظیر ثابت ہوا ہے نشرواشاعت کے معاملے میں یہ عہد کامٹی کا سنہری دور کہلائے گا شاعروں کے علاوہ اس زمانے کے نثر نگاروں میں بھی ایک قسم کا ولولہ دکھائی دیتا ہے منظور الحق انصاری وغیرہ کے مضامین اور مراسلات ملک کے مقتدر رسائل وجرائد میں بکثرت شائع ہوئے۔

جہاں تک نظریاتی تصادم کا سوال ہے تو اس معاملے میں ابتدا سے ہی کامٹی میں شدت پسندی نظر نہیں آتی حالانکہ نظرؔ رشیدی اپنے نظریے کا نہ صرف البیلا شاعر گذرا ہے بلکہ کافی حد تک شدت پسند بھی واقع ہوا ہے اس کے علاوہ مدحتؔ اینڈ گروپ بھی جدید اسلوب کے معاملے میں سخت مزاج ہی لگتا رہا ہے اصلاحی نظریۂ شاعری کے معاملے میں استاد مولوی روشؔ جعفری اور منظور الحق انصاری (شاکرؔ) وغیرہ No Compermise کے راستے پر گامزن رہے ہیں اس کے باوجود بھی حسب مراتب اور پاس ولحاظ والا رویہ کامٹی کے ادبی منظرنامے پر جا بجا دکھائی دیتا ہے۔ القصہ کامٹی میں ترقی پسندی سے متاثر اہل ذوق بھی موجود رہے ہیں اور جدت سے مغلوب اہل قلم بھی اس کے علاوہ تعمیری افکار وخیالات کے حامل شعرا بھی کثرت سے کامٹی میں ہوئے ہیں دنیائے اردو میں جتنی بھی ادبی تحریکات متحرک رہی ہیں سب کے کچھ نہ کچھ اثرات کامٹی کے ادبی منظرنامے پر بھی مرتب ہوئے ہیں دراصل انسان فطرتاً ترقی پسند بھی ہے اور جدت پسند بھی ساتھ ہی ساتھ اسے اپنے سابقہ

حالات سے ایک قسم کا جذباتی لگاؤ بھی ہوتا ہے جسے ہم روایت پسندی سے تعبیر کر سکتے ہیں اس بات کو سمجھنے کے لیے اگر حضرت آدمؑ کے واقعات کا جائزہ لیا جائے تو مذکورہ بات کھل کر سامنے آجائے گی۔

آدمؑ کا جنت سے نکالا جانا درحقیقت آدمؑ کی جدت پسندی کا خمیازہ تھا اس بحث سے قطع نظر کہ آدم وحوا شیطانی وسوسے کا شکار ہوئے اتنا تو طے ہے کہ آدمؑ وحوّا کی وہ اندرونی کیفیت جو انہیں شجرِ ممنوعہ تک لے گئی کچھ نیا کرنے کے خیال سے عبارت ہے پھر جب آدمؑ زمین پر تشریف لائے تو اپنی بہشتی زندگی کو یاد کر کے رویا کرتے تھے آدمؑ کی آدمیت یہیں پر ختم نہیں ہوجاتی یعنی آدمؑ جس حال میں زمین پر تشریف لائے اسی حال میں اپنی ساری زندگی بسر نہیں کی بلکہ اپنے حالات کو خوش گوار بنانے کے لیے جدو جہد کا آغاز کیا آدمؑ کی اسی جدو جہد کو ہم ارتقائے انسانی کی پہلی سیڑھی کہہ سکتے ہیں اب یہ بحث سرے سے فضول قرار پائے گی کہ انسان فطرتاً ترقی پسند واقع ہوا ہے یا جدت پسند یا پھر روایت کا طلبگار! یہ تو ایک ایسا فطری عمل ہے جسے ہر انسان موقع موقع سے اپنی اپنی فیلڈ میں بروئے کار لاتا رہتا ہے اور لاتا رہے گا۔ لیکن مذکورہ فطری نظریات اسی حد تک قابل قبول یا لائق ستائش ہو سکتے ہیں جب تک وہ قدرت سے متصادم نہ ہوں دوسرے لفظوں میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ کوئی بھی تحریک اسی وقت تک قابل تحسین ہوتی ہے جب تک وہ مثبت راہوں پر چلتی رہے منفی افکار وخیالات کسی بھی حال میں تہذیب وتمدن کے لئے مناسب نہیں ہو سکتے اس موضوع پر ایک طویل بحث کی ضرورت ہے جس کی گنجائش اس کتاب میں نہیں ہے۔

جہاں تک شعبۂ ادبیاتِ اردو کا معاملہ ہے تو دنیائے ادب میں نظریات کا ٹکراؤ ہوتا رہا ہے کتنی عجیب بات ہے کہ میرؔ و غالبؔ[1] کی مثالیں رہنے کے باوجود ہمارے شعرا اور ادبا کا ایک بڑا طبقہ گذشتہ ۷۰ برسوں سے کسی نہ کسی نظریے کا پرچم ہاتھوں میں اٹھائے دوسری ادبی تحریکات کے جھنڈے کو جھکانے پر کمر بستہ رہا ہے پہلے ترقی پسندوں نے روایتی ادب کو بے جان اور بے سود گردانا، روٹی، کپڑا اور مکان کو انسان کے نازک اور پاکیزہ جذبات پر ترجیح دی گئی بالآخر سرمایہ داری کی مخالفت رفتہ رفتہ مذہب مخالف تحریک کا روپ اختیار کر گئی ایسا لگتا ہے کہ ترقی پسندی کو High light کرنے والوں کا چھپا ایجنڈا بھی یہی تھا۔ آگے چل کر جدید لب و لہجے کی تحریک نے سر ابھارا، ن۔م۔ راشد اور 'میراجی' وغیرہ اس تحریک کے آئیڈیل سمجھے جانے لگے یہ تحریک ترقی پسندوں کی زبردست حریف ثابت ہوئی لیکن جدید شعرا روایت شکنی میں ترقی پسندوں سے بھی بہت آگے نکل گئے شہوانیت اور جنسیات سے لبریز مضامین غزلوں میں بیان کیے جانے لگے اسی نظریاتی کشمکش نے اہل اردو میں بہت ساری خامیاں پیدا کیں لیکن یہ بھی ایک کھلی حقیقت ہے کہ بہت ساری خوبیاں بھی مذکورہ تحریکات کے توسط سے اردو کے دامن میں آئیں مثلاً سعادت حسن منٹوؔ جیسا افسانہ نگار، فیضؔ اور ساحرؔ جیسے شعرا، سردارؔ جعفری جیسی بے نظیر علمی اور ادبی شخصیت اردو کے افق پر طلوع ہوئیں ناصرؔ کاظمی اور پروین شاکرؔ جیسے شاعر اور شاعرات سے گلستانِ شعرو ادب مہک اٹھا۔

ا۔ میرؔ و غالبؔ کے یہاں جدت، ترقی پسندی اور روایت کا بہترین امتزاج جگہ جگہ نظر آتا ہے۔

دنیائے اردو میں برپا ہونے والی تمام تحریکات ادبی مراکز سے سند قبولیت پا کر ہندو پاک کے ہر اردو شہر میں پہنچی ، القصہ زیر تذکرہ تمام تحریکیں علاقۂ ودربھ کے اس چھوٹے سے شہر کامٹی میں بھی اثر انداز ہوئیں ۔ اہل کامٹی کے لیے بڑا فخر کا مقام ہے کہ بعض تحریکیں دنیائے اردو میں بعد میں متعارف ہوئیں لیکن کامٹی میں اس کی ابتدا اس کے ابتدائی دنوں میں ہوگئی یا پھر ابتدا ہی کامٹی سے ہوئی یہ اور بات ہے کہ سہرہ کسی اور کے سر بندھا مثلاً اصلاحی ادب ، یہ تحریک آج پورے ملک میں اپنا وجود تسلیم کروا رہی ہے لیکن کامٹی کے دو شاعر گذشتہ پچاس برسوں سے اصلاحی ادب کی تعمیر کا فریضہ ادا کرتے چلے آرہے ہیں منظور الحق شاکرؔ اور استاد مولوی روشؔن جعفری کا کل شعری سرمایہ اصلاحی ادب سے عبارت ہے۔

ترقی پسند تحریک اور کامٹی میں اس کے اثرات کے ذیل میں اتنا تو کہا ہی جاسکتا ہے کہ اگر کامٹی کے نظرؔ رشیدی اور امداد علی امدادؔ کو ترقی پسندوں کے سپہ سالار دیکھ لیتے تو اپنی کسی نہ کسی بٹالین کا کمانڈر تو ضرور بنا ہی دیتے رہی جدید لب و لہجے کی بات تو ڈاکٹر مدحتؔ الاختر ، غیورؔ جعفری ، اقبال اشہؔر اور کسی نہ کسی حد تک عبدالرحیم نشترؔ وغیرہ نے سارے ہندوستان کے عام جدیدیوں کے ہم پایہ شاعری کی ہے ۔ اقبال اشہؔر کے چھوٹے بھائی اشفاقؔ قریشی بھی جدید اسلوب کے تقاضوں کو اپنی خوبصورت شاعری میں پورا کرنے کی سعی میں مصروف رہتے ہیں حالانکہ اب نام نہاد جدید لب و لہجے کا زمانہ لد چکا ہے بلکہ مابعد جدیدیت کی اصطلاح بھی کارگر ثابت نہیں ہو رہی ہے بڑے بڑے جدت پسند اب تعمیری افکار و خیالات سے اپنی تخلیقات کو مزین کر رہے ہیں

اصلاحی ادب کا سورج ساری اردو دنیا میں اپنی کرنیں بکھیر رہا ہے ۔ کامٹی میں آج بیشتر اہل قلم اصلاحی مزاج رکھتے ہیں ، استاد مولوی روشؔن جعفری اور منظور الحق انصاری کے علاوہ حق فیاضی ، وکیل انجم ، جمال احمد جمالؔ ، خورشید عالمؔ ، عارفؔ جمالی ، سہیلؔ عالم ، ماسٹر اظہرؔ حیدری ، ماسٹر توحید الحق انصاری ، افضلؔ انصاری ، قیصر واحدی ، صادقؔ الزماں ، غفارؔ انصاری ، عمرانؔ آصف وغیرہ کامٹی کے ادبی منظرنامے پر اصلاحی افکار و خیالات سے چار چاند لگا رہے ہیں ۔

☆☆

کامٹی میں نثر نگاری

بازیچۂ اردو کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے، ایک نظمیہ کہلاتا ہے اور دوسرا نثری، نظم میں ہر وہ بات ہر وہ جملہ شمار ہوتا ہے جو فن عروض کی قیود کا پابند ہوتا ہے۔ آج کل آزاد اور نثری نظمیں کہنے کا چلن بھی زوروں پر ہے بیشتر ناقدین، نثری نظموں کو بھی نظمیہ حصے میں شمار کرتے ہیں۔ اہل اردو کا یہ رویہ کتنا مناسب ہے اور کتنا نامناسب، اس موضوع پر ہم کبھی اور گفتگو کریں گے فی الوقت صرف نظم اور نثر کے فرق کو جزوی طور پر واضح کرنا مقصود ہے لیکن بات آ ہی گئی ہے تو اتنا عرض کرتا چلوں کہ آزاد نظموں کو نثر کے خانے سے نکل کر نظم کے علاقے میں داخل ہونے کے لئے ہر حال میں شعریت سے بھرپور ہونا چاہیے یعنی آزاد نظموں کا مطالعہ کرتے ہوئے قاری کو محسوس ہونا چاہیے کہ وہ شاعری پڑھ رہا ہے اگر نثری نظموں میں شعریت معدوم ہوگئی تو وہ سیدھے سیدھے نثر کہلائے گی۔

نثر یعنی وہ سطر یا جملہ جو نظم نہ ہو یہی نثر کی مختصر اور آسان ترین تعریف ہے۔ نثر کا میدان بہت وسیع ہے افسانہ، انشائیے، کہانیاں، ناول وغیرہ نثر کی مقبول عام ادبی اصناف ہیں، نظم کے مقابلے نثر میں ہمیشہ بھیڑ کم رہی ہے اس کی متعدد وجوہات ہوسکتی ہیں اس کی ایک وجہ تو نثر کا نظم کی بہ نسبت عوامی مقبولیت میں پچھڑا پن بھی ہوسکتا ہے

بہر حال وجہ کچھ بھی ہو، لیکن نثر نگاروں کی تعداد صرف شاعروں کے مقابلے میں کم ہے ورنہ اردو میں نثر نگار ضرورت سے کم نہیں ہیں آج ہندوستان میں اردو کے اتنے نثر نگار موجود ہیں کہ جن کا شمار مشکل ہے۔

ہمارے شہر کامٹی میں بھی 'اردو کی دیرینہ روایت' کے مطابق نثر نگاری کو بہت زیادہ اہمیت نہیں دی گئی اس لیے ہم کوئی عظیم نثار اردو ادب کو نہیں دے پائے لیکن اس کا مطلب قطعی یہ نہیں ہے کہ اس فن میں دسترس رکھنے والے اہل قلم کامٹی میں پیدا ہی نہیں ہوئے، عبدالستار فاروقی اور پروفیسر عبدالرب عرفان وغیرہ معمولی درجے کے نثار نہیں تھے عبدالستار فاروقی اپنے اخبار 'الفاروق' کے ذریعے سارے ہندوستان میں جانے گئے ''ادبیاتِ اسلامی پر ایران کا اثر'' فاروقی صاحب کی فن ترجمہ و مضمون نگاری پر گرفت کا شاہکار ہے متذکرہ کتاب خالص علمی اور تحقیقی نوعیت کی ہے کتاب کا مواد ایک پارسی النسل ادیب (نریمان) کا مرہونِ قلم ہے اس کتاب میں عرب وعجم کے اختلاط پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ ایرانی تہذیب کس طرح عربوں کے معاشرتی، تمدنی نیز ثقافتی زندگی پر اثر انداز ہوئی اور اس کے نتیجے میں اہل عرب کے رہن سہن میں کیا کچھ تبدیلیاں رونما ہوئیں یہ کتاب پڑھنے سے زیادہ سمجھنے سے تعلق رکھتی ہے کہیں کہیں مصنف کی باتوں سے اختلاف کی گنجائش بھی نکلتی ہے لیکن اس سے مرحوم عبدالستار فاروقی صاحب کی ادبی حیثیت پر کوئی حرف نہیں آتا، بلکہ فاروقی صاحب نے کتاب کا مقدمہ علم سے بھر پور تحریر کیا ہے یہ فاروقی صاحب کا فن ترجمہ نگاری کے ذیل میں کامٹی کے ادبی منظر

نامے کے حوالے سے ایک بڑا کارنامہ ہے۔

''ادبیات اسلامی پر ایران کا اثر'' جون ۱۹۷۴ء میں شائع ہوئی تھی ناشر مکتبہ الفاروق کامٹی ہے آج کل یہ کتاب نایاب ہے راقم الحروف تک مذکورہ کتاب منظور الحق انصاری صاحب کے توسط سے پہنچی ہے کامٹی کے اہلیانِ اردو کی بے حسی کا عالم یہ ہے کہ اتنی زبردست تحقیقی کتاب ردّی کے بھاؤ بیچی گئی اس کتاب کے اوراق ایک ہوٹل میں 'پڑیا' باندھنے کے کام آتے رہے اسی ہوٹل سے منظور الحق انصاری صاحب نے بچے ہوئے تمام نسخے خرید کر اپنے شناساؤں میں تقسیم کردیا۔ بالکل یہی حال حافظ انورؔ کے مجموعۂ کلام 'تجلیات انور' اور حکیم عزیز قدوسی کی کتاب 'ارمغانِ عزیزؔ' کا بھی دیکھنے کو ملا مذکورہ اساتذہ کے مجموعۂ کلام مجھے عمر فاروق صاحب کی کباڑی کی دوکان میں نظر آئے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ کوئی صاحب اپنے گھر کی ردّی میں اسے بھی بیچ کر چلے گئے ہیں۔ (اس وقت دل بڑا خوف زدہ ہے کہ کہیں یہی حال میری اس کتاب کا بھی نہ ہو)

کامٹی میں ۱۹۶۰ء کے پہلے کے نثر نگاروں میں مرحوم جلیلؔ عرشی صاحب کا نام قابل ذکر ہے جلیلؔ عرشی نظم کے ساتھ ساتھ نثر میں بھی درک رکھتے تھے ان کی ایک نثری کاوش 'علم فلکیات' سے متعلق ۱۹۶۰ء سے قبل 'ستارے اور سیارے' کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔ خواجہ عبارت حسین (ف: ۱۹۸۵ء) بھی کامٹی میں ایک اچھے نثر نگار ہوئے ہیں افسوس ان کی نثر کا نمونہ دستیاب نہیں ہوسکا لیکن دو ڈائریاں میری نظروں سے گذری ہیں دونوں ڈائریاں 'بہی کھاتوں' کے سائز کی ہیں، ڈائریوں کو دیکھ کر محسوس

ہوتا ہے کہ یہ خواجہ عبارت حسین کے مضامین کے ماخذ اور حوالوں کا اندراج ہے اکثر صفحات پر قرآن کریم کی آیایت کا ترجمہ اور احادیث تحریر ہے اس کے علاوہ تواریخ کے حوالے اور ہندو مذہب کی مقدس کتابیں 'گیتا اور وید' کے متعلق بھی تحریریں موجود ہیں، متعدد فلسفیوں کے جمہوریت اور مساوات پر مبنی نظریات بھی کوڈ کیے گئے ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ خواجہ عبارت حسین ''اتحاد بین الناس'' پر زبردست تحقیقی مقالہ لکھ چکے تھے یا لکھ رہے تھے، ان کے وارثین[1] سے رابطہ کرنے پر معلوم ہوا کہ خواجہ عبارت حسین کے سارے کاغذات اور بیاضوں پر دیمک لگ جانے کی وجہ سے وہ دریا برد کر دیئے گئے صرف مذکورہ دو ڈائریاں ہی رہ گئیں ہیں۔

مرحوم ظہیر وارثی کے متعلق محمد ایوب صاحب سے معلوم ہوا ہے کہ وارثی صاحب 'روز نامچہ لکھا کرتے تھے جو مخطوطے کی شکل میں ان کے اہل خانہ کے پاس محفوظ ہے[2] شہر کامٹی میں منعقد ہونے والی تقریبات کا احوال تاریخ کے اندراج کے ساتھ اس روز نامچہ میں موجود ہے۔ اگر ظہیر وارثی کا روز نامچہ کتابی شکل میں شائع ہو جائے تو اس سے بھی کامٹی کے ادبی منظر نامے کو سمجھنے میں مدد مل سکتی ہے۔ کامٹی میں صحافتی نثر نگاروں میں ایم۔ زیڈ۔ حسن اور شمیم فیضی کے علاوہ منظور الحق انصاری کا نام بھی اہمیت کا حامل ہے۔ ایم۔ زیڈ حسن[3]، اردو کی بہ نسبت انگریزی صحافت سے زیادہ وابستہ رہے ہیں۔ شمیم فیضی ترقی پسند صحافت کا ملک گیر پیمانے پر مشہور نام ہے۔

۱۔ خواجہ ظفر مہدی ابن خواجہ غلام حیدر ادنی ابن خواجہ عبارت حسین

۲۔ محمد ایوب صاحب کی بات کی تصدیق ''کامٹی کی ادبی تاریخ'' سے بھی ہوتی ہے۔

۳۔ اس کتاب کی تیاری کے زمانے میں ایم۔ زیڈ۔ حسن صاحب کا جولائی ۲۰۱۵ء میں انتقال ہوا۔

منظور الحق انصاری کے اسلامی نظریات پر مبنی تنقیدی مضامین اور مراسلات کثرت سے اردو کے موقر اخبارات و رسائل میں متواتر شائع ہوتے رہتے ہیں مشہور ناقد جناب 'م۔ناگ' کے بقول 'منظور الحق انصاری' کے مراسلات بھی باقاعدہ مختصر مضمون کی حیثیت رکھتے ہیں' استاد مولوی روشؔ جعفری' فرماتے ہیں کہ منظور الحق انصاری کے موضوعات ہر چند کہ مذہبی ہوتے ہیں لیکن ان کی تحریریں متعدد شعبۂ ہائے زندگی کا احاطہ کرتی ہیں۔

اس کے علاوہ کامٹی کی صحافتی نثر کے حوالے سے ہفتہ روزہ ''تاج'' کے مدیر ظہیر افروز، ماہ نامہ خیال کے ایڈیٹر فیض صاحب، لہو ترنگ اردو کے مرتب انیس پرواز، اخوت کے مالک و مدیر وکیل عارف، رقیب کے ایڈیٹر نصیر اعظمی وغیرہ کا نام نمایاں اہمیت رکھتا ہے۔

خالص ادبی نثر نگاروں میں ڈاکٹر مدحت الاختر، عبدالرحیم نشترؔ، استاد مولوی روشؔ جعفری، شکیل شاہجہاں، ڈاکٹر ارشد جمال، ڈاکٹر جاوید احمد، ایڈوکیٹ کمار جعفری، ڈاکٹر فیروز حیدری، ڈاکٹر رفیق اے۔ ایس اور ماسٹر حفظ الرحمٰن، ماسٹر توحید الحق انصاری، قیصر واحدی، محمد ایوب، ڈاکٹر سمیہ افراح وغیرہ کا نام کامٹی کے ادبی منظر نامے کے حوالے سے ناقابل فراموش ہے۔

تا حال سرزمین کامٹی میں نثر نگاری کا سلسلہ جاری ہے لیکن مستقبل سوچ کر طبیعت بے چین ہو جاتی ہے آج کامٹی میں اخبار 'تاج' کے علاوہ اردو زبان کا صرف ایک رسالہ ماہ نامہ 'اردو الفاظ ہند' جناب ریحان کوثر کی ادارت میں شائع ہو رہا ہے۔

کامٹی کے ابتدائی نثر نگاروں کے متعلق کافی معلومات 'کامٹی کی ادبی تاریخ' میں درج ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ کامٹی کی ابتدائی نثر کا انداز ہو بہو وہی تھا جو قدیم اردو نثر نگاروں کے یہاں ملتا ہے یعنی مقفع اور مسجع جملوں کی بھرمار۔

کامٹی کی ادبی تاریخ

۱۹۸۲ء میں ڈاکٹر شرف الدین ساحلؔ کی علاقائی ادبی تاریخ پر مبنی کتاب 'کامٹی کی ادبی تاریخ' منظر عام پر آئی۔ اپنی چند قابل گرفت کوتاہیوں کے باوجود بھی مذکورہ کتاب تاریخی اہمیت کی حامل ہے۔ اس کی پہلی وجہ تو ڈاکٹر شرف الدین ساحلؔ کا اسم گرامی ہے جو آج علاقۂ ودربھ میں بطور محقق اور مورخ مشہور ہو چکا ہے کامٹی کی ادبی تاریخ کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی بہ آسانی لگایا جا سکتا ہے کہ کامٹی کے بعض اہل قلم اپنی تحریروں میں استحکام پیدا کرنے کے لیے اس کا حوالہ پیش کرتے ہیں مزید یہ کہ اس کتاب کو یہ امتیاز بھی حاصل ہے کہ کامٹی کے حوالے سے یہ اپنی نوعیت کی سب سے پہلی کتاب ہے۔

''کامٹی کی ادبی تاریخ'' اپنی گوناگوں خصوصیات کے ساتھ ساتھ کچھ کمزوریوں اور کوتاہیوں سے بھی آراستہ ہے یہ عیب تاریخ نویسی کے میدان میں راویوں کی تنگ نظری اور عصبیت کا شاخسانہ ہوتا ہے اس میں محقق یا مورخ کا قصور صرف اتنا ہوتا ہے کہ وہ چاپلوس قسم کے راویوں پر اعتبار کر بیٹھتا ہے لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ 'کامٹی کی ادبی تاریخ' میں موجود کمزوریوں اور کوتاہیوں کے لیے تنہا ڈاکٹر شرف الدین ساحلؔ ذمہ دار نہیں ہیں بلکہ شہر کامٹی کے وہ شعرا اور ادبا بھی برابر کے خطا کار

ہیں جن کی غیر جانبداری پر تکیہ کر کے 'کامٹی کی ادبی تاریخ' مرتب کی گئی۔

''وہ جو فراموش کردیئے گئے''

۱۔ رمضان علی کربلائی ضیاؔ (ز: ۱۹۷۰ء سے قبل) حسین آباد

(ڈاکٹر فیروز حیدری اور ماسٹر اظہرؔ حیدری کے دادا)

۲۔ ماسٹر فقیر حسین (ف: ۷۵ یا ۱۹۷۶) حسین آباد

۳۔ ماسٹر غلام حسین (ز: ۱۹۷۰) حسین آباد

۴۔ التجا حسین جوہرؔ (۱۹۱۱ء تا ۲ر مئی ۲۰۰۸ء) استاد مولوی روشؔ جعفری کے والد، حماپورہ

۵۔ امداد علی امداد (۱۹۲۵ء تا ۱۹۹۷ء)

استاد مولوی روشؔ جعفری کے چچا، حماپورہ

۶۔ خواجہ عبارت حسین (ف: ۱۹۸۵ء) خواجہ غلام حیدر ادنیٰ سیٹھ کے والد، مین روڈ کامٹی

۷۔ اولاد حسین اطہرؔ (ز: ۱۹۳۵ء سے ۱۹۹۰ء)

کامٹی کے مشہور شاعر اہلبیت اشفاق نجمی کے ماموں

۸۔ محمد بشیر بشیرؔ (ف۔ ۷ نومبر ۱۹۹۰ء)

کامٹی کے مشہور شاعر سہیلؔ عالم کے والد محترم، بھوئی لائن

۹۔ کاظم علی کاظمؔ (وفات: ۱۹۹۷ء کے آس پاس)، حسین آباد

(کاظم علی کا ذکر برائے نام کامٹی کی ادبی تاریخ میں ہوا ہے۔)

۱۰۔ مرحوم رجب علی سہیل (ز: ۱۹۴۰ء تا ۱۹۹۵ء) حسین آباد

(رجب علی سہیلؔ کا ذکر بھی برائے نام کہیں کہیں ہوا ہے۔)

۱۱۔ رمضان علی شوقؔ (ولادت: ۱۹۳۰ء) استاد مولوی روشؔ جعفری کے چچا

۱۲۔ نثار علی ضیغم (ف: ۱۹۸۵ء) مصاحب علی خطیبؔ کے والد حسین آباد

؎ آیۂ ابناءانا سے بات واضح ہوگئی   ابن حیدر آج سے ابن پیمبر ہوگیا (ضیغم)

۱۳۔ مرحوم یعقوب الحسن ارشدؔ   دلدار حسین شفقؔ کے والد حسین آباد

۱۴۔ مرحوم دانش امام (۱۹۲۸ء تا ۲۰۰۳ء)   ماسٹر مظفر الحسنین کے والد حسین آباد

۱۵۔ مرحوم ڈاکٹر نیاز علی، ڈاکٹر فیروز حیدری کے ماموں (مونڈھا کامٹی)

۱۶۔ مرحوم امداد علی امداد (مؤذن)   غیورؔ جعفری کے والد حسین آباد

۱۷۔ رضیؔ قریشی بھوپالی (ز: ۱۹۸۰ء سے قبل)

مزید معلومات کیلئے حق فیاضی سے رابطہ کیا جا سکتا ہے۔

۱۸۔ حکیم ناصحؔ حکیم اختر الاسلام سلیمی کے چچا

(نزد ڈریگن پیلس مولانا آزاد نگر کامٹی)

۱۹۔ اسماعیل ہمدمؔ صاحب قریشی (ف: ۱۹۸۰ء)   مرحوم اقبال اشہرؔ کے چچا

؎ زندگی میں کب کوئی ہمدمؔ رہا
ہاں مگر اک دل شریک غم رہا

۲۰۔ عبدالرحمٰن ناصر (ز: ۱۹۸۰ء سے قبل)

؎ وہ برگد ہو کہ پیپل ہو گرا دینا ہی بہتر ہے
مسافر جس کے سائے میں کھڑا ہونے سے ڈرتا ہے

(یہ شعر روشؔ جعفری سے موصول ہوا)

۲۱۔ حکیم اختر الاسلام سلیمی ۔غیاث الدین سلیم کے شاگرد (نیو کامٹی)

۲۲۔ عقیل لکھنوی (ز:۱۹۸۰ء سے قبل)

۲۳۔ خورشید سحر (ز:۱۹۸۰ء سے قبل)

۲۴۔ اشفاق احمد شفق (ز۔۱۹۸۰ء سے قبل)

۲۵۔ خورشید احمد حیدری ابن ماسٹر فقیر حسین۔شاعر، ڈرامہ نگار، ناول نگار، کاتب ان کے ڈرامے آکاش وانی ناگپور سے نشر بھی ہوئے۔(مزید معلومات کے لیے مصاحب علی خطیب (حسین آباد) سے رابطہ کیا جاسکتا ہے۔

۲۶۔ سراج نشتر (ز:۷۰ سے قبل) مزید معلومات کیلئے حق فیاضی سے رابطہ کیا جاسکتا ہے۔

۲۷۔ صفدر علی بقا (ز:۸۰ سے قبل) مشہور شاعر چراغ علی چراغ کے والد، حسین آباد

۲۸۔ مرحوم برکت علی ناشر حیدری حسین آباد

۲۹۔ مرحوم اظہار الحسن حیدری (ف:۲۰۱۴ء) ماسٹر شباہت حسین کے والد، حسین آباد

۳۰۔ اشفاق نجمی حسین آباد

۳۱۔ عثمان سائل

۳۲۔ منظور الحق انصاری تخلص شاکر، نیوا ریکھیڑا کامٹی

۳۳۔ استاد مولوی روش جعفری، جماپورہ کامٹی

۳۴۔ جمال احمد جمال، سیلاب نگر

۳۵۔ منظور حسین جوہر، حسین آباد

۳۶۔ تہذیب جعفری، حسین آباد

۳۷۔ نظام ثروت، شاگرد: خلش قادری، اسماعیل پورہ

۳۸۔ آفتاب اعظمی، پیلی حویلی کامٹی

۳۹۔ مصاحب علی خطیب، حسین آباد کامٹی

کامٹی کے مذکورہ شعرا و ادبا کے اسمائے گرامی میں ایسے نامور شعرا اور نثر نگار بھی شامل ہیں جن کی فن کاری اور ہنر مندی کا ڈنکا کامٹی کے باہر بھی بجتا رہا ہے خاص طور سے منظور الحق انصاری، اشفاق نجمی اور روش جعفری کی شخصیت کامٹی کے ادبی منظر نامے کے حوالے سے (۱۹۸۰ء کے پہلے سے) محتاج تعارف نہیں ہے۔

'' کامٹی کی ادبی تاریخ'' کے بعد ڈاکٹر ارشد جمال صاحب کے تنقیدی مضامین کا مجموعہ '' کامٹی کی شعری روایت'' کامٹی کے ادبی منظر نامے کے حوالے سے دوسری لیکن قدرے بہتر کتاب ہے۔

کامٹی کی شعری روایت

ڈاکٹر ارشد جمال کی تصنیف کامٹی کی شعری روایت ۲۰۰۲ء میں منظر عام پر آئی یہ کتاب کسی حد تک کامٹی کی ادبی تاریخ کا احاطہ کرتی ہے لیکن پس پردہ صرف جدت پسند حلقے کی نمائندگی کرتی ہوئی محسوس ہوتی ہے ہاں نظر رشیدی کی شخصیت اور فن کے ذیل میں ایک مضمون ضرور شامل کتاب ہے اس کے باوجود بھی کتاب کا مطالعہ کرتے ہوئے محسوس ہوتا ہے کہ 'کامٹی کی شعری روایت' کامٹی کے معدودے چند اہل قلم کا طواف کررہی ہے شاید اس کی وجہ کتاب میں شامل مواد کا تنقیدی نوعیت کا ہونا ہے اگر زیر تذکرہ کتاب میں کم از کم دو موضوع اور شامل رہتے تو بات ہی کچھ اور

ہوتی ’کامٹی کا رثائی ادب اور کامٹی کا اصلاحی ادب‘ درحقیقت ’کامٹی کی شعری روایت‘ کو پروان چڑھانے میں کامٹی کے رثائی ادب کا بہت اہم کردار رہا ہے مرحوم حافظ انورؔ جیسے استاد شاعر کی شاعری کی شروعات مرثیہ نگاری سے ہی ہوئی اگر کامٹی کی شعری روایت میں نام کی مناسبت سے مذکورہ عنوانات بھی شامل رہتے تو متذکرہ کتاب قاری کے ذہن کو منفی احساسات سے پاک رکھنے میں کامیاب رہتی بہرحال کامٹی کی شعری روایت’ کامٹی کے ادبی منظرنامے‘ کے لیے دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے متذکرہ کتاب سے راقم الحروف کی معلومات میں بھی کسی نہ کسی حد تک اضافہ ہوا ہے۔

کامٹی میں روایتی اسلوب سخن

روایتی شاعری کے متعلق عام رائے یہ ہے کہ اس میں حسن وعشق کا بیان، گل و بلبل کی داستان، ساقی اور جام وسبو کا تذکرہ، ناصح اور چارہ ساز کا ذکر ہوتا ہے حالانکہ در حقیقت روایتی اسلوب میں حسن وعشق استعارہ ہے گل وبلبل تشبیہ ہے ساقی اور جام کنایہ ہے ناصح اور چارہ ساز شعری تقاضہ ہے روایتی شاعری کی لفظیات شعر میں بیان کیے گئے خیال کا پردہ ہوتیں ہیں جس سے شعر بے پردہ (برہنہ) ہونے سے محفوظ رہتا ہے۔لیکن اہل زبان اس پردے میں مستور تخیل کو پہچان لیتے ہیں بالکل اسی طرح جیسے ہم بہت سی پردہ نشیں خواتین کو پہچان لیتے ہیں کہ خالہ جارہی ہیں یا پھوپھی برقع میں ہیں۔

روایتی اسلوب کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ اردو کو عوامی زبان کی حیثیت اسی اسلوب کی بدولت ہاتھ آئی روایتی اسلوب کے چاہنے والے اہل ذوق، دنیائے اردو کے ہر شہر میں ہمیشہ رہے ہیں اور آج بھی ہیں اسی لیے اکثر رسائل وجرائد میں روایتی اسلوب سے آراستہ غزلیں دیکھنے کو ملتی ہیں، شہر کامٹی میں بھی روایتی اسلوب کا جادو ایک زمانے تک سر چڑھ کر بولتا رہا اور آج بھی روایتی طرز سخن کو برتنے والے شعرا کامٹی میں موجود ہیں یہاں کے قدیم شعرا تو سراسر روایتی کہلائیں گے اس کی ایک وجہ

تو یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اس زمانے میں شاعری کا دوسرا اسلوب موجود نہیں تھا دوسرے یہ کہ روایتی اسلوب سے روگردانی کا مطلب تھا ریل کا پٹری سے اتر جانا اور کوئی شاعر یہ کیسے برداشت کرسکتا ہے کہ اسے شاعروں کی فہرست سے خارج سمجھا جائے۔ القصہ ۱۹۵۰ء تک کامٹی میں روایت سے بغاوت نظر نہیں آتی (کامٹی کے ابتدائی روایتی شعرا کا ذکر' کامٹی کی ادبی تاریخ میں تفصیل سے ہے۔ اس لیے ہم اس سے صرفِ نظر کررہے ہیں۔)

سعید کامٹوی اور حافظ انور کے بعد کی نسل ہر چند کہ روایتی طرزِ سخن میں ہی شاعری کیا کرتی تھی لیکن ۱۹۶۰ء کے بعد متعدد شعرا کے یہاں روایت اور ترقی پسند اسلوب کا بہترین امتزاج نظر آتا ہے۔ حضرت شاطر حکیمی، آثر کریمی بلکہ ناظم کامٹوی کے یہاں بھی نئے تجربات کی ہلکی ہلکی کرن واضح ہے باوجود اس کے کہنا یہی پڑے گا کہ ۱۹۶۰ء تک کامٹی میں روایتی طرزِ شاعری کا زور تھا۔ ۱۹۶۰ء کے بعد شعرا کی جو نئی نسل کامٹی کے ادبی منظر نامے پر نمودار ہوئی ان کے یہاں بھی روایت کی پاسداری اور اس کا التزام ظاہر ہے خاص طور سے استاد مولوی روشن جعفری اور ان کے متعدد معاصرین کی غزلوں کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ انہیں جدید اسلوب پر بھی ملکہ حاصل تھا پھر بھی وہ روایتی طرزِ سخن کو ترجیح دیتے رہے۔

کامٹی کے خالص جدید لب و لہجے کے شعرا کے یہاں بھی جدت کے دریچوں سے اکثر روایت جھانکتی ہے بالخصوص ڈاکٹر مدحت الاختر، اقبال اشہر اور غیور جعفری اس کی نمایاں مثالیں ہیں۔ مثلاً غیور جعفری کا ایک منقبتی مطلع ہے:

بہ ہوش باش دل خانماں خراب یہاں
کہ آنے والا تھا فرزند بوترابؑ یہاں

مدحت الاختر کے یہاں رویاتی اسلوب نئے لبادے میں ظاہر ہوتا ہے۔ میر مہدی بیدار (عہد اٹھارویں صدی) دہلی کا ایک شعر ہے۔

بیدار راہِ عشق کسی سے نہ طے ہوئی
صحرا میں قیس کوہ میں فرہاد رہ گیا

اب مدحت الاختر کا شعر ملاحظہ فرمائیے:

جنگل میں قیس کوہ میں فرہاد رہ گیا   مدحت بیچارہ شہر میں ناشاد رہ گیا[1]

حکیم عزیز قدوسی، ڈاکٹر غیاث الدین سلیم (اچلپور)، مولانا سعید اعجاز، ڈاکٹر یونس افسر (مرحوم)، خلیل انجم (مرحوم)، وکیل انجم (مرحوم)، منظور الحق شاکر وغیرہ روایت پسند شعرا کے معروف نام ہیں۔ مرحوم خلش قادری بھی روایت کے دلدادہ تھے۔

جمال احمد جمال اور اشفاق قریشی کے متعلق عام خیال ہے کہ وہ جدید اسلوب میں شعر کہنے کے عادی ہیں۔ لیکن ان کے یہاں بھی روایت کی کارفرمائی نظر آتی ہے۔ حق فیاضی، عارف جمالی، خورشید عالم، دلدار حسین شفق، منظور جوہر وغیرہ بھی روایتی اسلوب سے وابستہ رہے ہیں۔

القصہ کامٹی کے بازارِ سخن میں روایتی اسلوب شاعری کا سکہ اپنی ابتداء سے آج تک رائج ہے۔

۱۔ 'میری گفتگو تجھ سے' صفحہ ۱۵۶

کامٹی میں صوفیانہ شاعری

ہندوستان میں تصوف کی آمد اسلام کے شانہ بشانہ ہوئی ہے یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ ابتداً ہندوستان میں اسلام کی تبلیغ کا فریضہ اہل تصوف ہی نے انجام دیا سندھ میں عبداللہ شاہ غازی کی مجاہدانہ سرگرمیاں اور خواجۂ اجمیر اس کی نمایاں مثالیں ہیں۔ چونکہ ہندوستان میں صوفیا اکرام کے مزارات ہمیں تقریباً ہر شہر میں نظر آتے ہیں۔ خواہ وہ لکھنؤ ہو یا دہلی ہر علاقے میں شعرا نے صوفیانہ رنگ سے اردو شاعری کے حسن میں اضافہ کیا ہے۔

ہندوستان کے دیگر شہروں کی طرح علاقۂ ودربھ کی یہ مردم خیز بستی جسے کامٹی کے نام سے جانا جاتا ہے یہاں کے شعرا پر بھی ابتدا سے آج تک تصوف کا غلبہ رہا ہے۔

شہر کامٹی میں صوفی نظریات سے وابستہ بزرگان دین کی درگاہوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ کامٹی میں شروع سے ہی تصوف کے زبردست اثرات رہے ہیں۔ 'استاد تجمل حسین جلال پوری' کی منقبت[1] سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ کامٹی میں صوفیانہ شاعری کی داغ بیل کافی پہلے ڈالی گئی ہے استاد تجمل حسین[2] 'دیوہ شریف' کے وارثی سلسلۂ طریقت سے مربوط تھے اور انہیں اپنے پیرو مرشد سے خلافت بھی عطا ہوئی تھی۔

۱۔ اس کتاب میں صفحہ ۲۶ پر موجود ہے۔

۲۔ حرفِ ابجد: مصنف انور جلالپوری (ملنے کا پتہ: اقراء کمپیوٹر سینٹر ۱۳/ی الہ آباد)

کامٹی کے جن بزرگ شعرا کا کلام آج دستیاب ہے انہیں دیکھ کر ادب کا ادنیٰ سا طالب علم بھی کہہ سکتا ہے کہ کامٹی کے ادبی منظر نامے پر تصوف کا رنگ غالب ہے۔ کامٹی کے ابتدائی شعرا میں سعید کامٹوی کا نام حرف اعتبار کی حیثیت رکھتا ہے۔ سعید کامٹوی[1] خود اہل سلسلہ تھے مولانا عشرت بدخشائیؒ کے مرید تھے۔ فقیر محمد ناظم کا بیشتر کلام صوفیانہ شاعری کا سرمایہ ہے۔ (فقیر محمد ناظم کا کلام 'کلام ناظم' کے نام سے ۲۰۱۵ء میں محمد ایوب صاحب نے ترتیب دے کر شائع کیا ہے جس میں راقم الحروف کا بھی ایک مضمون شامل ہے) انور کامٹوی، حضرت شاطر حکیمی، محمد بشیر بشیر، مولانا اعجاز، مولانا راہی، غیاث الدین سلیم وغیرہ تو خاص طور سے صوفی شاعری کے نمائندہ نام ہیں۔ ڈاکٹر غیاث الدین سلیم کی کل شاعری تصوف کے پاکیزہ جذبات کی عکاس ہے سلیم صاحب کا مجموعۂ کلام 'جادہ ومنزل' صوفیانہ شاعری میں ایک خوش گوار اضافہ کی حیثیت رکھتا ہے' جادہ ومنزل' میں شامل معتبر اہل علم کی آرا سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ غیاث الدین سلیم باقاعدہ تصوف کے شاعر ہیں خاص طور سے جناب سعید افسر اور ڈاکٹر مدحت الاختر کے مضامین قاری کو مذکورہ نقطے کی جانب متوجہ کرتے ہیں جادہ ومنزل میں راقم الحروف کا بھی ایک مضمون شامل ہے۔

بقول حکیم اختر الاسلام سلیمی، کامٹی میں منشی محمد حنیف صاحب بھی تصوف کے بہترین اور منجھے ہوئے شاعر گذرے ہیں۔ حکیم عزیز قدوسی، اثر کریمی، خلش قادری، کیفی اسماعیلی اور ماسٹر عین الدین نور وغیرہ کے یہاں بھی تصوف صاف جھلکتا ہے۔

۱۔ کامٹی کی ادبی تاریخ صفحہ ۲۷

جناب عثمان سائل تو بالخصوص صوفیانہ شاعری کرتے تھے ان کے بعد کی نسل کے شعرا کے یہاں بھی تصوف شعوری یا لاشعوری طور پر موجود ہے استاد مولوی روشؔ جعفری، ڈاکٹر مدحتؔ الاختر اور غیورؔ جعفری کے یہاں تصوف کی کارفرمائی کم ہی سہی لیکن بڑے دل نشیں انداز میں نظر آتی ہے۔ مرحوم اقبال اشہؔر ہر چند کہ جدید اسلوب شاعری سے زیادہ متاثر تھے لیکن تصوف سے پوری طرح کنارہ کش بھی نہیں تھے۔ نموتاً دو شعر اقبال اشہؔر کے درج کیے جاتے ہیں۔

بادشاہوں کا اڑا دے جو فقیری سے مذاق
کون اس دور میں بہلول سا دانا ہوگا
بند آنکھوں سے کیا کرتا ہے فردوس کی سیر
دیکھ ہارون کہیں قصر زبیدہ ہوگا

(بے صدا فریاد۔ ص ۱۲۶)

متذکرہ شعرا کے علاوہ آج کل حکیم اختر الاسلام سلیمیؔ، خورشید عالمؔ، عارف شہزادؔ، سہیلؔ عالم، صادق الزماںؔ، اشفاقؔ قریشی، آصف عمرانؔ، طارق اشہؔر قریشی وغیرہ کی شاعری میں تصوف کی کارفرمائی صاف طور پر نظر آتی ہے القصہ کامٹی میں تصوف کی جڑیں اتنی گہری چلی آئیں ہیں کہ ہم پورے اطمینان سے کہہ سکتے ہیں کہ کامٹی کا ادبی منظر نامہ شروع سے آج تک تصوف کے اثرات سے مغلوب ہے۔

☆☆

کامٹی میں رثائی ادب

رثائی ادب کے خدوخال اور اس کی اہمیت وافادیت سے صرف نظر کرتے ہوئے ہم صرف شہر کامٹی کے ادبی منظر نامے پر مرتب ہونے والے رثائی ادب کے اثرات کا جائزہ لیں گے جہاں تک کامٹی میں اس بے نظیر صنف سخن کی کارفرمائی اور موجودگی کا معاملہ ہے تو یہ بات پورے اعتماد اور یقین کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ کامٹی میں صنف مرثیہ دیگر اصناف ادب کی بہ نسبت کافی پہلے سے موجود رہی ہے عام طور سے کامٹی میں شاعری کی ابتداء ۱۹۱۰ء کے آس پاس کے زمانے میں تسلیم کی جاتی ہے۔ استاد تجمل حسین اور منشی سعید کامٹی کو اسی اعتبار سے کامٹی کے اولین شعرا میں شمار کیا جاتا ہے لیکن صنف مرثیہ کی اثر پذیری ۱۹۱۰ء سے قبل بھی سرزمین کامٹی میں تھی، اس کی ایک بنیادی وجہ شیعہ برادری کی کامٹی میں معقول آبادی ہے اگر ہم یہ کہیں کہ کامٹی میں شاعری کا آغاز رثائی ادب سے ہوا تو یہ غلط نہ ہوگا چونکہ شیعہ برادری کی ثقافتی شناخت عزاداری ہے اور عزاداری کی شان مرثیہ سماعی ہے، خاص طور سے شمالی ہند کے شیعوں کے یہاں صنف مرثیہ کی اثر پذیری نمایاں رہی ہے حسن اتفاق ہے کہ کامٹی کے بیشتر اہل تشیع استاد تجمل حسین کے وطن جلال پور، ضلع امبیڈکر نگر یو۔ پی سے ہجرت کر کے کامٹی میں آباد ہوئے ہیں۔

کامٹی میں رسوم عزاداری جسے ہم رثائی تقریبات بھی کہہ سکتے ہیں ۱۹۰۰ء کے بہت پہلے سے رائج ہے۔ مجالس ومحافل کا سلسلہ بھی کافی قدیم ہے لیکن افسوس ابتدائی مرثیہ گوشعرا کے نام اور کلام آج دستیاب نہیں ہیں لیکن اتنا تو طے ہے کہ کامٹی میں مرثیہ گوئی کے اثرات نمایاں رہے ہیں۔ اہل تشیع کے علاوہ کامٹی میں اہلسنت کے یہاں بھی محرم کی مجالس اور تعزیہ داری کا اہتمام ہوتا رہا ہے خاص طور سے محلّہ لکڑ گنج (مولانا سعید اعجاز نگر) اس معاملے میں اپنی مثال آپ ہے حافظ انورؔ کامٹوی جیسے شعرا کی شاعری کا آغاز محرم الحرام کی مجالس کے زیر اثر ہوا۔ (حافظ انورؔ کا سال ولادت ۱۹۰۰ء تسلیم کیا جاتا ہے) ''ان کی شاعری[۱] کی ابتدا عشرۂ محرم کی مجالس سے ہوئی جو کامٹی میں ان کے عنفوان شباب میں بڑے اہتمام سے ہوا کرتی تھیں وہ بھی ان مجلسوں میں شریک ہوکر سلام اور مرثیے پڑھا کرتے تھے یہیں سے ان کے شعری ذوق کو تقویت ملی۔'' اگر مذکورہ حوالے کو درست تسلیم کرلیا جائے تو یہ خود بخود طے ہوجاتا ہے کہ ۱۹۱۵ء میں (جو انور کامٹوی کا عنفوان شباب کا زمانہ تھا) کامٹی کے ادبی افق پر صنف مرثیہ چاند کی طرح جگمگا رہی تھی اس کا مطلب یہ ہوا کہ ۱۹۱۵ء سے قبل کامٹی میں رثائی ادب کا آغاز ہو چکا تھا۔

کامٹی کی معلوم ادبی تاریخ کے مطابق، کامٹی کا تقریباً ہر شاعر شعوری یا لاشعوری طور پر رثائی ادب کی جانب متوجہ رہا ہے یہ الگ بات ہے کہ انیسؔ و دبیرؔ یا جوشؔ اور علامہ نجم آفندی کی طرح یہاں کوئی بڑا مرثیہ گو اب تک نہیں ہوا کامٹی کے شعرا

۱۔ کامٹی کی ادبی تاریخ صفحہ۷۲۔۷۳

نے مسدس کی تکنیک کو کم ہی استعمال کیا ہے زیادہ تر 'سلام، نوحے اور قصیدے' غزل کی طرح دو مصرعوں میں کہے گئے ہیں چند شعرا نے مخمس اور مسدس کے پیرائے میں بھی کہنے کی کوششیں کیں ہیں ایسے شعرا میں مرحوم اولاد حسین اطہرؔ اور استاد مولوی روشؔ جعفری کا نام نمایاں ہے۔ کامٹی کے ادبی منظر نامے پر کربلائی شاعری کی چھاپ اتنی گہری ہے کہ کیا ترقی پسند اور کیا روایتی اور جدید لب ولہجہ ہر نظریے کا شاعر رثائی ادب سے متاثر رہا ہے۔ امداد علی امدادؔ، خالص ترقی پسند نظریے کے شاعر تھے لیکن رثائیت ان کے یہاں بھی موجود ہے غیورؔ جعفری جدید لب و لہجے کا کامٹی میں ایک بڑا نام ہے لیکن انہوں نے بھی سلام اور نوحے کثرت سے لکھے ہیں۔ ڈاکٹر مدحتؔ الاختر بھی رثائیت سے متاثر رہے ہیں ان کا شعر ہے:

وہ کوئی اور نہیں سر بہ نیزۂ معراج   جناب احمدؐ مختار کا نواسہ ہے

اور

جستجو کر رہا تھا پانی کی   راستے سب فرات کے نکلے

(میری گفتگو تجھ سے)

مرحوم اقبال اشہرؔ کے مجموعۂ کلام 'بے صدا فریاد' میں بھی رثائیت کے اثرات صاف جھلکتے ہیں مثلاً:

دست یزید بیعت شبیر خواب ہے
اسلام خود حسین سے بیعت مآب ہے

بقول حکیم اختر الاسلام کامٹی میں مرحوم حافظ انورؔ کے شاگرد حافظ مضطرؔ کا نام بھی کامٹی

میں رثائی ادب کے حوالے سے ممتاز حیثیت کا حامل ہے۔حافظ مضطرؔ نے بہ کثرت سلام ونوحے لکھے ہیں۔حافظ مضطر کا کلام حسین آباد کے جلوس عزا اور مجلسوں میں (مرحوم) حیدر علی ابن صفر علی صغیرؔ (نوحہ خواں) بڑے اہتمام سے پڑھتے تھے۔ مرحوم نیاز انجم کا رثائی کلام تو کامٹی کے باہر بھی مشہور ہوا ہے مرحوم نیازؔ انجم (وکیلؔ انجم اور مرحوم خلیلؔ انجم کے بڑے بھائی) کا رثائی کلام کامٹی کی ملکی پارٹیاں بڑے احترام سے پڑھا کرتیں تھیں۔ڈاکٹر غیاث الدین سلیمؔ (آبائی وطن اچلپور) کا ایک قطعہ تو عالمی شہرت اختیار کر گیا ہے۔بطور تبرک قطعہ یہاں پیش کیا جاتا ہے۔[1]

تشنگی اس کی بھلا دور کرے کیا پانی
جس کی مینائے عمل میں ہو رضا کا پانی
لب شبیر کا پانی کو ترسنا کیسا
ہاں یہ کہیے لب شبیر کو ترسا پانی

۱۹۴۰ء سے لے کر ۱۹۷۰ء تک کے شعرا میں خاص طور سے رمضان علی کربلائی ضیاؔ، خواجہ عبارت حسین، ماسٹر فقیر حسین، ماسٹر غلام حسین، اولاد حسین اطہرؔ، التجا حسین جوہرؔ وغیرہ تو خالص مرثیہ کے شعرا کے زمرے میں شمار کیے جائیں گے۔اولاد حسین اطہر کا کلام ممکن ہے ان کے جانشین اور معروف شاعر اہلبیت اشفاق نجمی کے پاس مل جائے، مرحوم التجا حسین جوہرؔ کا ایک شعر جو میرے حافظے میں محفوظ ہے یہاں درج کیا جاتا ہے۔

ا۔ ''جادہ ومنزل'' ملنے کا پتہ: ڈاکٹر معین الدین مخفی اچل پور

چرخ پہ جوہرؔ عیاں ماہِ محرم ہوا
پھر صف ماتم بچھی شہ کے عزادار میں

(التجا حسین جوہرؔ)

مرحوم اولاد حسین اطہرؔ اور رجب علی سہیلؔ کے لکھے ہوئے سلام اور نوحے حسین آباد کامٹی کے معروف نوحہ خواں حضرات سے بطور فرمائش پڑھوائے جاتے رہے ہیں مرحوم مبارک حسین نوحہ خواں اپنی پُرسوز آواز میں رجب علی سہیلؔ کا کلام پڑھتے تھے، اولاد حسین اطہرؔ کے معاصرین میں نثار علی ضیغمؔ، یعقوب الحسن ارشدؔ، صفر علی صغیرؔ وغیرہ بھی خالص رثائی ادب سے مربوط تھے۔ان کے ذرا بعد کی نسل میں سوزؔ خضرائی، اثرؔ کریمی، شمسؔ کامٹوی، رمضان علی شوقؔ، کیفیؔ اسماعیلی، ڈاکٹر یونس افسرؔ اور کاظم علی کاظمؔ غزلیہ شاعری کے ساتھ ساتھ رثائی ادب میں بھی متحرک رہے ہیں ان کے بعد کی نسل میں اظہارؔ الحسن حیدری، برکت علی ناشرؔ حیدری، دانشؔ امام، ڈاکٹر نیاز علی وغیرہ نے رثائی ادب میں اپنی بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے مرحوم اظہارؔ الحسن حیدری کا ایک رثائی کلام 'انجمن دستۂ امامیہ' حسینی چوک کامٹی کے صاحب بیاض 'فرات حسین' اور ان کے ہمنوا بمبئی، بھوپال اور چھتیس گڑھ کی شب بیداریوں میں ۲۰۱۰ء تا ۲۰۱۲ء پیش کر چکے ہیں اور خاطر خواہ پذیرائی بھی ہوئی ہے راقم الحروف کا رثائی کلام بھی مذکورہ انجمن ہندوستان کی معروف شب بیداریوں میں پڑھا کرتی ہے الحاج اظہارؔ الحسن صاحب کا انتقال ۲۰۱۴ء میں ہوا۔

حضرت شاطرؔ حکیمی اور مولانا سعید اعجاز کامٹوی کا نام رثائی ادب کے حوالے سے کامٹی میں انتہائی مقبول رہا ہے شاطرؔ حکیمی اکثر رثائی محافل کی صدارت

فرماتے رہے ہیں کامٹی کے رثائی ادب کا ملک گیر پیمانے پر مشہور نام اشفاق نجمی کا بھی ہے اشفاق نجمی سارے ہندوستان میں شاعر اہلبیت کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ کچھ عرصہ قبل تک ان کے سلام اور نوحے کامٹی میں جلوس عزا کی شان ہوا کرتے تھے آج کل ایام عزا میں اشفاق نجمی کا کلام کم سننے میں آرہا ہے، اشفاق نجمی کے تین یا چار مجموعۂ کلام اب تک شائع ہو چکے ہیں متذکرہ شعرا کے علاوہ مصاحب علی خطیب بھی رثائی ادب میں خامہ فرسائی کرتے رہے ہیں۔ شاہد رضا ساجد بھی آج کل سلام و نوحے بہ کثرت لکھ رہے ہیں اس کے علاوہ 'انجمن معصومیہ' کے شاعر استاد مولوی روشن جعفری کربلائی مدظلہ العالی کامٹی کے رثائی ادب کا شاندار اور تابناک نام ہے انیس و دبیر کی پسندیدہ صنف سخن مسدس کے پیرائے میں روشن جعفری کثرت سے رثائی نظمیں تخلیق کرتے رہے ہیں۔ روشن جعفری کی رثائی تخلیقات رسائل و جرائد میں ایک طویل مدت سے شائع ہو رہی ہیں روشن جعفری کے یہاں سلام، نوحے، منقبت، قصائد اور نعت و مناجات کا ایک انبار لگ چکا ہے ڈاکٹر جاوید احمد سعیدی کا ایک مقالہ 'روشن جعفری کی مرثیہ گوئی' ناگپور آکاش وانی سے نشر ہو چکا ہے، جب روشن جعفری کے حریفوں میں حسد کا مادہ زور مارنے لگا تو وہ طرح طرح کی ذہنی اذیتوں میں مبتلا کر دیئے گئے حد یہ ہے کہ ان کے ایک رثائی کلام کے مقطع کو بہانہ بنا کر ان کا سماجی بائیکاٹ تک کر دیا گیا متنازع مقطع ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

وہ حوزۂ علمیہ ہو یا مسجد و منبر بازارِ سیاست ہو روشن جعفری یا گھر
یہ دیکھ کہ کس روپ میں شیطان کہاں ہے اس دور میں سچ بولنا آسان کہاں ہے

بہر حال مخالفین روشن جعفری رسوا ہوئے اور آج استاد محترم مولوی روشن جعفری کربلائی صاحب کامٹی میں رثائی ادب کی ملک گیر محفلوں کی بہ وقار صدارت فرماتے ہیں۔ روشن جعفری کے علاوہ منظور جوہر بھی کثرت سے سلام و نوحے لکھتے رہے ہیں اور مخصوص محافل و مجالس میں ان کا کلام نوحہ خواں حضرات اپنی مترنم آواز میں پڑھتے بھی ہیں خاص طور سے جوہر صاحب کا کلام ابوالحسن کمال اور ان کے فرزندان احسان حیدر اور میثم حیدر وغیرہ پڑھتے ہیں۔ مرحوم چراغ علی چراغ ایک خوش فکر شاعر بھی کامٹی کے محلّہ حسین آباد میں ہوا ہے، 'انجمن عباسیہ' حسین آباد کامٹی، چراغ علی چراغ کا کلام بالخصوص پڑھا کرتی تھی یہ ہونہار اور جواں سال شاعر کم عمری میں ہی اس دارِ فانی سے رحلت کر گیا۔

''حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا''

محترم ظہیر حیدری، دلدار حسین شفق، حکیم اختر الاسلام سلیمی، حق فیاضی، ماسٹر اظہر حیدری، اشفاق قریشی، ڈاکٹر فیروز حیدری، سہیل عالم، آصف عمران، شبیر آذر، شمس جعفری، تونگر حسین منصف (مجرم)، مبارک حسین مبارک جعفری، مولانا رضی حیدر قمی، محمد رضا جوہری اور اعظم حیدری وغیرہ رثائی موضوعات پر بالخصوص خامہ فرسائی کر رہے ہیں۔

رثائی ادب کا ایک وصف جو سارے ہندوستان میں دِکھائی دیتا ہے وہ یہ ہے کہ ہندو شعرا بھی کثرت سے اس جانب متوجہ رہے ہیں مثلاً کالی داس گپتا رضا، ماتھر لکھنوی، دیوا کر راہی اور کرشن چندر بہاری نور وغیرہ اس کی بہترین مثالیں ہیں، کامٹی میں بھی غیر مسلم شعرا نے رثائی شاعری میں اپنا نام درج کروایا ہے ارجن لال نسیم، گوپال داس ناچیز اور آج کل لالہ جی لہر کا نام اس ذیل میں معروف ہے۔☆☆

کامٹی میں ترقی پسند رجحان

برصغیر میں سجاد ظہیر کے ذریعے درآمد ہوئی 'کمیونزم' کی تحریک جسے اہل اردو 'ترقی پسند تحریک' کے نام سے جانتے ہیں اپنے ابتدائی دور سے ہی اردو کے نامور شعرا اور ادبا کو اپنی طرف راغب کرنے میں کامیاب رہی جوشؔ، فیضؔ، مجروحؔ، کیفیؔ، سردار جعفریؔ، نیازؔ فتح پوری وغیرہ ہندوپاک میں ترقی پسند شعرا و ادبا کے مقبول عام نمائندوں کے نام ہیں تحریک آزادئ ہندی کا زمانہ اس تحریک کے شباب کا زمانہ تھا جسے دیکھو وہ ترقی پسند نظریات کا اسیر ہوا جارہا تھا اردو شعروادب، صحافت حتیٰ کہ فلمی دنیا پر بھی ترقی پسندوں کا غلبہ ہورہا تھا دراصل ترقی پسند تحریک کا نعرہ بڑا جذباتی تھا 'روٹی، کپڑا اور مکان' سرمایہ داری کا خاتمہ، دولت کی مساویانہ تقسیم، یہ ایسی دل فریب باتیں تھیں جس سے کوئی بھی جذباتی قسم کا انسان متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

ہندوستان کے دیگر علاقوں کی طرح کامٹی میں بھی ترقی پسند نظریہ پہنچا کامٹی میں اس تحریک کے حامیوں میں ماسٹر حمید جمال صاحب (مرحوم) کا نام اہمیت کا حامل ہے اس کے علاوہ ایم۔زیڈ۔حسن، شمیم فیضی، محفوظ آغائی اور کامریڈ اظہار وغیرہ مذکورہ نظریے کے سیاسی شعبہ کے اہم نام ہیں کمیونسٹ پارٹی کا دفتر آج بھی گجری بازار میں موجود ہے حالانکہ آج کل کمیونسٹ پارٹی پہلے کی طرح متحرک نظر نہیں آرہی ہے

لیکن ایک زمانہ تھا جب کامٹی میں کمیونسٹ پارٹی زبردست اسٹائیل میں فعال تھی۔

ہر چند کے کامٹی کے شعرو ادبا کمیونزم کی ولولہ انگیزی سے پوری طرح بچ نہیں پائے لیکن مذہب بیزاری کے فلسفے سے کامٹی کے بیشتر اہل قلم ترقی پسند ہونے کے باوجود بھی کنارہ کش رہے جہاں تک انقلابی افکار وخیالات کی بات تھی، کامٹی کے شعرا نے خوشی خوشی اسے قبول کیا لیکن باغیانہ اور مذہبی اقدار سے متصادم نظریات سے محتاط رہے حضرت شاطرؔ حکیمی جیسی صوفیانہ مزاج رکھنے والی شخصیت نے بھی انقلاب زندہ باد کا نعرہ بلند کیا لیکن مذہب کے معاملے میں ترقی پسندی سے کوئی سمجھوتا نہیں کیا۔

جلیل عرشیؔ، آثرؔ کریمی اور کیفیؔ اسماعیلی وغیرہ بھی ترقی پسند رجحان سے متاثر رہے ہیں لیکن کامٹی میں دو شاعر ایسے بھی گذرے ہیں جو Full Time (فل ٹائم) ترقی پسند تھے اور مذہب بیزاری میں بھی ترقی پسند نظریے کے حامی تھے مرحوم نظرؔ رشیدی اور امداد علی امدادؔ (ف:۱۹۹۷ء) ان کی بیباکی اور جسارت تک کامٹی کا کوئی بھی ترقی پسند شاعر نہیں پہنچا، نظرؔ رشیدی کی شاعری کلی طور پر ترقی پسند نظریے کی نمائندگی کرتی ہے نظرؔ رشیدی کے یہاں باغیانہ تیور اس قدر شدت سے بھرپور نظر آتے ہیں کہ اللہ کی پناہ، خدائے بزرگ و برتر سے صرف شکوہ شکایت تک نظرؔ رشیدی کی شاعری محدود نہ تھی بلکہ کبھی کبھی تو وہ اس قدر جری صورت اختیار کر جاتی تھی کہ جیسے وہ خدا سے دو دو ہاتھ کرنے پر آمادہ ہو مثلاً:

آ تری حاجت روائی میں کروں　　　　بندگی تو کر خدائی میں کروں

نظرؔ رشیدی کی شاعری فنی لوازمات کے معاملے میں بھی پوری طرح کھری ہے زبان و

بیان کی چابکدستی نظؔر رشیدی کی شاعری کا وصف خاص ہے، سلاست اور روانی بھی نظر رشیدی کے یہاں دیدنی ہے، نظؔر رشیدی اور فن کے ذیل میں ڈاکٹر ارشد جمال نے اپنی تصنیف ' کامٹی کی شعری روایت' میں کافی معلومات افزا باتیں تحریر کیں ہیں۔ نظر رشیدی کی شخصیت بھی بڑی عجیب وغریب تھی میں نے انہیں جب بھی دیکھا خوش مزاج اور ملنسار شخصیت کے روپ میں دیکھا کسی مرض کی وجہ سے پیروں میں کمزوری آگئی تھی لیکن وہ جب تک چلنے پھرنے کے قابل رہے بلا ناغہ گجری بازار آتے رہے لوگوں سے میل ملاقات کرتے رہے ظہیؔر مسالے والے کی دوکان پر تشریف لے جاتے، اس کے بعد قمر اسرار کی دوکان پر کچھ دیر رکتے پھر جعفری ٹیلرنگ شاپ میں آکر روشؔن جعفری کے حلقۂ احباب کے درمیان شعروسخن سے گفتگو کا آغاز کرتے اور مذہبی چھیڑ چھاڑ کے بعد وہاں سے چلے جاتے اس کے بعد گول بازار میں حقؔ فیاضی وغیرہ کے ساتھ اپنا کچھ وقت گذارتے، کبھی کبھی عارف نام کا ایک (عارف عطر فروش) نیک نوعمر لڑکا انہیں سائیکل پر بٹھا کر نگر پریشد کامٹی پینشن کے سلسلے میں لے کر جاتا۔ طارؔق قریشی نے اپنے بچپن کا ایک واقعہ نظؔر رشیدی کے متعلق بتایا کہ ایک دن نظؔر صاحب نے طارؔق قریشی سے بیڑی کا کٹّا منگوایا نظؔر صاحب کے جیب میں صرف پچاس پیسے تھے وہی دے کر طارؔق کو بھیجا، طارق قریشی نے بیڑی کا کٹّا لاکر نظر صاحب کے ہاتھوں میں دیا نظر صاحب کو بیڑی کی طلب زور کی لگی تھی انہوں نے فوراً کٹّا کھولا کہ ایک بیڑی پی لیں لیکن کیا دیکھتے ہیں کہ کٹّے میں ساری بیڑیاں جلی ہوئی ہیں (پینے کے قابل نہیں تھیں) انہوں نے اپنے مخصوص اسٹائیل میں آسمان کی طرف دیکھا اور طارق قریشی

سے کہنے لگے بیٹا بیڑیاں خراب ہیں طارؔق قریشی نے کہا، لائیے میں دوکاندار سے بدل کر دوسری لے آتا ہوں یہ سن کر نظر رشیدی نے برجستہ کہا نہیں بیٹا اس میں دوکاندار کا کوئی قصور نہیں ہے، میری قسمت ہی جلی ہوئی ہے، چلو آج بیڑی نہیں پیئیں گے۔

نظر رشیدی کے علاوہ مرحوم امداد علی امدؔاد بھی ترقی پسند نظریے کے نہ صرف حامی تھے بلکہ مبلغ بھی تھے ان کی شاعری بھی نظؔر کی طرح بیباک اور بےلاگ رہی ہے جہاں تک مذہب بیزاری کا معاملہ ہے تو وہ نظر رشیدی سے بھی ایک قدم آگے تھے وہ راہ چلتے آدمی سے کسی بھی بہانے سے رجوع ہوتے اور پھر مذہب مخالف باتیں کیا کرتے تھے اور دوران گفتگو اپنے اشعار بطور دلیل پیش کرتے تھے کامٹی کی مسجد جعفریہ سے مہادیو گھاٹ کے مندر تک وہ جہاں بھی جاتے ترقی پسند نظریات کی تبلیغ کرنے سے باز نہیں آتے کبھی کبھی تو نوبت جھگڑے لڑائی تک پہنچ جاتی لیکن وہ جھگڑا کرنے سے بھی پیچھے نہیں ہٹتے جسم توانا، قد کاٹھی بھرپور، چہرہ بہ رعب، سونے پر سہاگہ یہ کہ جذبات جوانوں کی طرح اس لیے ہر کس و ناکس ان سے الجھتا بھی نہیں تھا میرا بچپن امداد علی امدؔاد کے گھر میں گذرا ہے اس لیے میں پورے یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ صرف مذہب کی (اپنی دانست میں) فرسودہ رسموں کے مخالف تھے چونکہ مزاج میں تندی تھی اس لیے ان کی شاعری میں شدت پسندی موجود ہے ورنہ قومیت کے معاملے میں وہ بڑے سخت تھے نیز[1] وہ مذہب اسلام کی مقدس ہستیوں سے بھی حد

۱۔ شبیر حسین (لکّی فیبری کیشن، گوئل ٹاکیز کے پاس) سے اس کی تصدیق کی جاسکتی ہے۔
امداد علی امدؔاد کے متعلق مزید معلومات کے لئے استاد روشؔن جعفری اور حق فیاضی سے رابطہ کیا جاسکتا ہے۔

درجہ محبت کرتے تھے اسی لیے نعت ومنقبت کے علاوہ سلام کے شعر بھی انہوں نے کہے ہیں امداد علی امداد نشر واشاعت کے معاملے میں بالکل لا پروا تھے اور مشاعروں کو بھی کوئی خاص اہمیت نہیں دیتے تھے شاید اسی لیے کامٹی کے بعض اہل ذوق ان کے نام سے ناواقف ہیں لیکن معاصرین میں نظر رشیدی، آثر کریمی، کاظم علی کاظم وغیرہ ان کے روز کی ملاقاتیوں میں سے تھے۔ امداد علی امداد کا ایک شعر پیش ہے۔

رہی ہے نہ ہرگز رہے گی سلامت
یہ شخصی بزرگی یہ شخصی حکومت

قصہ مختصر، کامٹی میں ترقی پسند نظریے کی اثر پذیری زبردست پیمانے پر ہوئی لیکن جدید لب و لہجے کی تحریک سے کامٹی میں ترقی پسند نظریے کو بہت بڑا جھٹکا لگا۔

☆☆

کامٹی میں جدید لب ولہجہ

ترقی پسند رجحان کے بعد اردو شعر وادب میں جدید لب و لہجے کی تحریک سب سے زیادہ اثر انداز اور کامیاب ہوئی ۱۹۶۰ء کی دہائی اور اس کے بعد شاعری کا آغاز کرنے والا تقریباً ہر شاعر جدید اسلوب سے متاثر ہوا ہے شہر کامٹی میں اس تحریک نے اپنے متوالے ابتدا ہی میں پیدا کر لیے کچھ تو فطری طور پر اس جانب مائل ہوئے اور کچھ بطور فیشن، لیکن ایک طبقہ ایسا بھی رہا ہے جو جدید لب و لہجے کو جزوی طور پر اپنی شاعری میں استعمال کرتا رہا جزوی طور پر جدید اسلوب سخن کو اپنانے والے شعرا کی شناخت ان کے مضامین کی نفاست ہے کامٹی کے ایسے شعرا میں رشید الظفر کا نام انتہائی معتبر ہے۔ اس کے علاوہ خلش قادری اور استاد مولوی روش جعفری کا نام بھی اہمیت کا حامل ہے ان کے یہاں جدت تو ہے لیکن روایت سے کلی طور پر بغاوت نہیں ہے جدید اسلوب کی طرف فطری میلان رکھنے والے شعرا میں عبد الرب عرفان کے علاوہ غیور جعفری، ڈاکٹر مدحت الاختر، اقبال اشہر، عبدالرحیم نشتر اور خ۔ زماں انصاری کا نام معروف ہے پروفیسر عبدالرب عرفان کی علمی استعداد کا جہاں تک معاملہ ہے تو اب تک کامٹی کے جتنے بھی دانشور اور اہل علم وادب سے اس ذیل میں میری گفتگو ہوئی ہے سب کی ایک رائے ہے کہ کامٹی میں عبدالرب عرفان جیسی علمی شخصیت ہم نے دوسری

نہیں دیکھی۔ ’’مقالات عرفان‘‘ سے بھی علم وادب پران کی گرفت کا اندازہ ہوتا ہے۔

جدت کی طرف فطری تقاضے کے تحت راغب ہونے والے شعرا میں اقبال اشہؔر کی شاعری قاری کو سب سے زیادہ اپنی طرف متوجہ کرتی ہے اقبال اشہؔر کے شعری مجموعہ ’بے صدا فریاد‘ کے مطالعہ سے اقبال اشہؔر کے مذاق عالیہ اور طبیعت کا پتہ چلتا ہے اکثر غزلوں کا لہجہ تصنع اور بناوٹ سے پاک ہے اسی لیے اقبال اشہؔر کے یہاں جدّت مصنوعی کے بجائے فطری معلوم ہوتی ہے اور دل و دماغ کو مسحور کر دیتی ہے اس کے بر عکس عبدالرحیم نشتؔر کے یہاں جبری جدت کی ہنگامہ آرائی زیادہ ہے نشتؔر کے یہاں جدید لب و لہجے کی مخصوص لفظیات کا بھرپور استعمال ہوا ہے لیکن ایک کہاوت ہے ’مخمل میں ٹاٹ کا پیوند‘ یا ’ٹاٹ میں مخمل کا پیوند‘، مذکورہ کہاوت کو اگر فن شاعری کے ذیل میں دیکھا جائے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ ’مخملی خیال کو مخملی لفظیات کا جامہ پہنانا چاہیے۔ یعنی خیال اور مضمون کے عین مطابق لفظیات کا برمحل استعمال ہونا چاہیے بے موقع اور بے محل، پتھر، خنجر، آگ، مٹی، دھواں جیسی جدید لب و لہجے کی مخصوص ڈکشن کا استعمال شریعت اردو میں مکروہ تحریمی قرار دیا جانا چاہیے۔

مرحوم خ۔ زماںؔ انصاری کے متعلق ڈاکٹر ارشد جمال نے اپنی تصنیف ’کامٹی کی شعری روایت‘ میں تحریر کیا ہے کہ ’’زماںؔ کی شعری کائنات میں قدم رکھنے کے لیے اس کے یہاں استعمال ہونے والے استعاروں، تشبیہوں اور علامات سے جان پہچان ضروری ہے۔‘‘ پتہ نہیں ڈاکٹر ارشد جمال صاحب کیا سمجھانا چاہتے ہیں، مذکورہ اصول صرف زماں ہی نہیں بلکہ ہر شاعر کی شعری کائنات میں قدم رکھنے کے

لیے ضروری ہے، یہ تو وہی بات ہوئی کہ کوئی کہے فلاں تالاب میں غوطہ لگانے کے لیے فن تیراکی سے آگاہی ضروری ہے حالانکہ کسی بھی تالاب میں جست لگانے والے کا تیراک ہونا لازمی ہے پھر فن تیراکی کو کسی ایک تالاب سے مخصوص کر دینا چہ معنی دارد؟

بہر حال کامٹی میں جدید لب و لہجے کا ایسا اثر ہوا کہ ڈاکٹر ارشد جمال جیسے خوش فکر اور سادہ لوح نثر نگار بھی اس سے مرعوب ہو گئے۔ شعوری یا لاشعوری طور پر ڈاکٹر ارشد جمال صاحب نے کامٹی کے ادبی منظر نامے کے متعلق جتنا بھی لکھا ہے بیشتر جدید حلقے کی نمائندگی کرنے والی تحریریں ثابت ہوئی ہیں۔

کامٹی کے جدید شعرا کی نمائندگی کرنے والے شعرا مرحوم اقبال اشہؔر، ڈاکٹر مدحتؔ الاختر اور غیورؔ جعفری سے میرے نزدیکی مراسم رہے ہیں، مرحوم اقبال اشہؔر کو میں اپنے بچپن سے جانتا ہوں بلکہ گھنٹوں اقبال اشہؔر کی محفلوں کا مشاہدہ رہا ہے مرحوم غیورؔ جعفری کی صحبت فیض رساں میں برسوں رہنے کا موقع نصیب ہوا ہے بلکہ آج میں جو کچھ بھی ہوں اس میں غیورؔ جعفری کی رہنمائی کا بہت زیادہ عمل دخل ہے۔ ایک دہائی سے زیادہ عرصہ ہوا ڈاکٹر مدحت الاختر جیسی گراں قدر اور عالی مرتبت شخصیت سے بھی مراسم استوار ہیں اسی لیے مذکورہ شعرا کی شاعری کے ساتھ ساتھ شخصیت اور مزاج کے مطالعے کا بھی بھرپور موقع ہاتھ آیا ہے اس لئے میں کامٹی کے ادبی منظر نامے کے متعلق پورے وثوق اور اعتماد کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ کامٹی میں جدید لب و لہجے کا صرف لیبل Label پہنچا، نظریہ ممبئی میں ہی رہ گیا۔

ثناء اللہ ڈار عرف میراؔجی جو جدید شاعری کی شناخت قرار دیئے جاتے ہیں

نظریاتی طور سے کامٹی کا کوئی بھی شاعر ان تک نہیں پہنچتا، عبدالرحیم نشترؔ نے کچھ شعوری کوششیں کی ہیں لیکن وہ بھی کچھ دور جا کر تھک کا تھک کا سا محسوس ہوتا ہے دراصل جدید نظریہ بجائے عشق کے جنسی راحت کا طرفدار ہے جدید نظریے میں حسن پوجنے کی نہیں چکھنے کی چیز ہوتا ہے جدید نظریہ دل کی پاکیزہ واردات کے بجائے خواب گاہ کے حادثات کے بیان پر زور دیتا ہے حالانکہ جدید نظریے کے بنیادی تقاضوں کو پورا کرنے والے اشعار بھی متذکرہ شعرا کے یہاں ملتے ہیں مثلاً:

جو خشک ہوگئے کیا ان سے داسیوں کو غرض
ہرے ہوں کچھ تو عبادت بھی ہو درختوں کی

(اقبال اشہرؔ)

قصور اپنا نہیں پھلجھڑی ہی گیلی تھی
بھری ہے آگ ابھی تک دیا سلائی میں

(مدحت الاختر)

لیکن ایسے اشعار کامٹی کے جدید لب و لہجے کے شعرا کے یہاں کمیاب ہیں اگر ڈاکٹر مدحتؔ الاختر کی چند غزلوں کو نظر انداز کر دیا جائے تو ان کے یہاں کامٹی کے دیگر جدید شعرا کی بہ نسبت روایت کا التزام سب سے زیادہ ہے ہر چند کہ ڈاکٹر مدحتؔ الاختر نے روایتی لفظیات سے حتی الامکان اجتناب کیا ہے نیز عصری حسیت کی کارفرمائی بھی ان کے یہاں خوب ہے پھر بھی کہنا ہی پڑے گا کہ مدحتؔ الاختر، پوری طرح روایت سے دست بردار نہیں ہیں ان کے یہاں روایت کی روح یعنی سادگی جسے ہم میریت بھی

کہہ سکتے ہیں غالب ہے۔ خالد سعید نے مدحت الاختر کے فکری رویے کے متعلق بالکل درست لکھا ہے کہ ”مدحتؔ[1] الاختر ساتویں دہائی کے شعرا میں جنس اور طنز کو برتنے کے رویے میں علیحدہ پہچانے جاتے ہیں۔ ان کی شاعری بدن کے ارضی تصور سے وابستہ صحت مند جذبوں کی شاعری ہے۔ یعنی ان کے یہاں جنس کا تصور نہ ہی عنفوان شباب کی ہیجانیت یا پھر جنس کی محرومی سے پیدا ہونے والی انفعالیت سے متعلق ہے اور نہ بدن کی فراوانی سے پیدا ہونے والی لذتیت سے ہم رشتہ۔“

غیورؔ جعفری کے متعلق میں نے پہلے ہی عرض کیا ہے کہ وہ فطرتاً بھی جدت پسند تھے اور عادتاً بھی اسی لیے ان کی شاعری کا رنگ ڈھنگ ہی سب سے نرالا ہے ان کے لہجے میں غضب کی مشکل پسندی بھی موجود ہے جہاں تک فن کاری اور زبان و بیان کا معاملہ ہے تو ڈاکٹر مدحتؔ الاختر، اقبال اشہرؔ، غیورؔ جعفری اور عبدالرحیم نشترؔ وغیرہ اپنی مثال آپ ہیں مضامین میں تہہ داری بھی خوب ہے اس لیے ہر حال میں یہ کامٹی کے بڑے شعرا میں شمار کیے جائیں گے لیکن جہاں تک نئی سوچ نیا مزاج اور جدید نظریاتی شاعری کا سوال ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ ’ہنوز دلّی دور است‘۔

آج کل جمال احمد جمالؔ اور اشفاقؔ قریشی کے علاوہ بشمول راقم الحروف آغا محمد باقر المتخلص بہ نقی جعفری، طارق اشہرؔ قریشی، عبید حارث وغیرہ جدید اسلوب کو اپنانے کی سعی میں مصروف ہیں۔

☆☆

۱۔ ”مدحت الاختر: شخص اور شاعر“ مرتب: ڈاکٹر سروشہ نسرین قاضی ص ۱۶۷

کامٹی میں اصلاحی ادب

اصلاحی ادب کی تحریک ’جماعت اسلامی ہند کے شعبۂ ادبیات (ادارۂ ادب اسلامی) کی زبردست تگ و دو سے سارے ملک میں مقبول ہوئی۔ جماعت اسلامی باقاعدہ ایک مذہب+سیاست تنظیم ہے جو سارے ملک میں پھیلی ہوئی ہے۔ سید ابو اعلیٰ مودودی کے نظریۂ حکومت الٰہیہ پر مبنی جماعت اسلامی کم و بیش انسانی زندگی کے تمام شعبوں میں سرگرم ہے القصہ ادب اسلامی کے پرچم تلے جماعت اسلامی ہند اصلاحی اقدار اور تعمیری افکار رکھنے والے قلم کاروں کو ایک دوسرے سے مربوط کرتی ہے اور اس کا طریقہ بھی وہی ہے جو جدیدیوں اور ترقی پسندوں کا تھا، یعنی شعری نشستیں منعقد کرنا، ادبی سیمینار کروانا اور اپنے نظریات کی ترویج و اشاعت کے لیے رسائل و جرائد نکالنا۔ علامہ اقبالؔ کے بعد حفیظؔ میرٹھی کو اصلاحی ادب کا Simbol سمجھا جاتا ہے حالانکہ اس میں اختلاف کی گنجائش بھی ہے لیکن یہ بحث ہمارا موضوع نہیں ہے اس لیے ہم صرف کامٹی میں اصلاحی ادب کے اثرات کا جائزہ لیں گے۔

شہر کامٹی میں ادارۂ ادب اسلامی کے قیام سے بہت پہلے متعدد شعرا، ادبا اصلاحی ادب تخلیق کر رہے تھے بالخصوص استاد مولوی روشؔ جعفری اور منظورؔ الحق انصاری کا نام اس ذیل میں معروف ہے منظورؔ الحق انصاری ابتدا میں نظم کے بجائے نثر

کے میدان میں زیادہ فعال رہے ہیں چونکہ منظور الحق انصاری کے تنقیدی مضامین اصلاحی افکار و خیالات کے ترجمان ہوا کرتے تھے اور اس زمانے میں مذکورہ نظریے کی ادبی حیثیت کا تعین نہیں ہوا تھا شاید اسی لیے اکثر مقامی ناقدین، منظورؔ الحق انصاری کی تحریروں کو عالم اسلام کی گتھّم گتھّا سیاست کے تناظر میں دیکھتے رہے، یہی حال ان کی شاعری کا بھی ہوا، ان کی اصلاحی غزلوں کو اہمیت نہیں دی گئی نتیجتاً ’کامٹی کی ادبی تاریخ‘ اور ’کامٹی کی شعری روایت‘ میں ان کا ذکر برائے نام بھی نہیں ہے کامٹی کے مذکورہ ناقدین کا یہ قابل افسوس رویہ کسی حد تک استاد مولوی روشؔ جعفری کے ساتھ بھی مشترک رہا ہے۔

منظور الحق انصاری اصلاحی نثر نگار کی حیثیت سے کامٹی کی منفرد اور ممتاز شخصیت کے مالک ہیں جن کے مضامین ملک کے موقر اخبار و رسائل میں بکثرت شائع ہوتے رہے ہیں اور ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے۔ منظورؔ الحق انصاری کی نثر نگاری کے متعلق اس کتاب کے شروع میں گفتگو کی جا چکی ہے مذکورہ اہل قلم کے علاوہ کامٹی میں ادب اسلامی کے حوالے سے خلیلؔ انجم اور ان کے برادر عزیز وکیلؔ انجم کا نام بھی نمایاں حیثیت کا حامل ہے خلیلؔ انجم تو باقاعدہ ادب اسلامی کامٹی کے روح رواں تھے دفتر جماعت اسلامی ہند میں خلیلؔ انجم صاحب نے ماہانہ طرحی شعری نشستوں کا اہتمام مسلسل کئی برسوں تک کیا۔ ادارۂ ادب اسلامی کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی شعری نشستوں کے باعث کامٹی میں اصلاحی ادب کو فروغ حاصل ہوا اور کئی نئے قلم کار سامنے آئے جن میں افضلؔ انصاری، ماسٹر توحیدؔ الحق اور سہیلؔ عالم وغیرہ کا نام لیا

جا سکتا ہے۔ خلیؔل انجم کے انتقال کے بعد سے کامٹی میں ادب اسلامی کی سرگرمیوں کو زبردست دھچکا پہنچا ہے ماہانہ طرحی شعری نشستوں کا سلسلہ پورے طور پر تھم گیا ہے لیکن اصلاحی ادب کامٹی میں بہر حال زندہ ہے۔

استاد مولوی روشؔن جعفری، وکیلؔ انجم، منظور الحق انصاری المتخلص بہ شاکرؔ کے علاوہ حقؔ فیاضی، عارفؔ جمالی، جمال احمد جمالؔ، منظور جوہرؔ، خورشید عالمؔ، ماسٹر اظہرؔ حیدری، عبدالغفارؔ انصاری، آصفؔ عمران، جمیل احمد جمیلؔ وغیرہ تعمیری ادب کی تخلیق میں آج بھی مشغول ہیں۔

☆☆

کامٹی میں تاریخ گوئی کا رواج

عربی زبان اپنی بے مثل خصوصیت کے باعث دنیا کی بے نظیر زبان ہے عربی زبان کی گوناگوں خصوصیات میں ایک یہ بھی ہے کہ عربی زبان میں حروف کا باقاعدہ عددی تعین بھی کر دیا گیا ہے عربی حروف کے عددی تعین کو اصطلاح میں حساب ابجد کہا جاتا ہے۔

اردو میں ابتدا سے ایسی نظمیں اور قطعات کہنے کا رواج رہا ہے جس سے نظم کا سن تخلیق یا ممدوح کا سن ولادت یا سال وفات نکل آئے۔ حساب ابجد کی رو سے ہر ایک حرف کی عددی قیمت معین ہے مثلاً الف = ۱، ب = ۲، ج = ۳، د = ۴ وغیرہ، اہل فن اسے ابجد، ہوز، حطی، کلمن وغیرہ اصطلاحوں کے ذریعے سمجھتے اور سمجھاتے ہیں۔ یعنی حساب ابجد میں حروف کی ترتیب عربی قاعدے کی ترتیب سے مختلف ہے۔ الف، ب، ت کے بجائے ا، ب، ج، د، ہ، و کی ترتیب سے پڑھا جاتا ہے۔

ہمارے یہاں بہت سے علمی گھرانوں میں بچوں کے نام تاریخی رکھنے کا رواج ہے جس سے بچے کا سن پیدائش معلوم ہو جاتا ہے مثلاً راقم الحروف کا نام حساب ابجد کی رو سے 'آغا محمد باقر' کے سارے حروف کے اعداد باہم جمع کر دینے پر کل عددی قیمت ۱۳۹۷ بنتی ہے جو اسلامی کیلنڈر کی رو سے میرا سن پیدائش ہے۔

حساب ابجد کی سب سے زیادہ مستعمل مثال ۷۸۶ ہے جو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے لیے لکھا جاتا ہے اسی طرح آپؐ کے نام کے بجائے ۹۲ لکھنے کا چلن بھی عام ہے اہل تشیع 'علی' کے لیے ۱۱۰ کا عدد لکھتے ہیں۔

شعریات کی دنیا میں فن تاریخ گوئی مشکل اور پیچیدہ فنون میں شمار ہوتا ہے اس لئے ہر کس و ناکس اس طرف متوجہ نہیں ہوتا صرف اساتذہ یا استادانہ صلاحیتوں کے حامل شعرانے اس فن میں کمال دکھایا ہے شہر کامٹی میں بھی اس میدان کے شہسوار مشکل پسند مزاج رکھنے والے شعرا ہی ہوئے ہیں 'کامٹی کی ادبی تاریخ' صفحہ ۲۵ کے مطابق ''کامٹی میں تاریخ گوئی کی ابتدا سعید نے کی بعد کو عبدالمجید آغا اور محمد رستم احقر نے اس میں نمایاں مقام حاصل کیا'' حالانکہ مذکورہ کتاب کے صفحہ ۲۹ پر سعید کے استاد تجمل کا بھی تاریخی قطعہ موجود ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ استاد تجمل حسین بذات خود فن تاریخ گوئی میں مہارت رکھتے تھے اس لحاظ سے کامٹی میں تاریخ گوئی کی روایت کے بانی بھی استاد تجمل حسین ہی قرار پاتے ہیں۔

کامٹی کے مشہور تاریخ گو شعرا میں مرحوم انیس آغائی اور حکیم عزیز قدوسی کا نام سرفہرست ہے حالانکہ شاطر حکیمی بھی فن تاریخ گوئی میں درک رکھتے تھے۔ مذکورہ شعرا کے علاوہ استاد مولوی روشؔ جعفری اور ڈاکٹر یونس افسرؔ (مرحوم) وغیرہ بھی شہر کامٹی میں فن تاریخ گوئی کے کامیاب شعرا میں شمار ہوتے ہیں ڈاکٹر یونس افسر کا ایک تاریخی شعر مجلّہ ''سنگ میل'' میں شائع ہوا۔ ڈاکٹر یونس افسر (مرحوم) کے شعر سے کامٹی کی عظیم علم دوست اور ادبی شخصیت مرحوم ماسٹر صفی اللہ عادل کا سن وفات نکلتا

ہے۔ شعر ملاحظہ کریں:

اب کہاں محفل میں اپنی آہ وہ شاعر نواز
ہوگیا وائے جدا دلدادۂ شعر و سخن
۱۴۰۱ھ

ڈاکٹر یونس افسر کی طرح استاد مولوی روشؔ جعفری نے بھی متعدد تاریخی قطعات کہے ہیں جو اخبارات و رسائل میں شائع ہو چکے ہیں استاد مولوی روش جعفری نے اپنے لائق و فائق شاگرد سہیل عالم کی کتاب 'مسکراہٹ' کی اشاعت کے موقع پر جو تہنیتی تاریخی قطعہ کہا ہے وہ مذکورہ کتاب کے صفحہ ۵۵ پر جلی حروف میں چھپا ہے ملاحظہ کریں:

قطعہ تاریخ

'مسکراہٹ' صبر کی للکار بھی
'مسکراہٹ' ظلم پر یلغار بھی
از سر ہمت روشؔ تاریخ لکھ
۵
مسکراہٹ تیر بھی تلوار بھی

۵ + ۲۰۰۷ = ۲۰۱۲عیسوی

کتاب 'مسکراہٹ' کے اجرا کا سن ۲۰۱۲ عیسوی درج بالا قطعہ سے نکلتا ہے۔ روشؔ جعفری نے فن تاریخ گوئی میں نت نئے تجربات بھی کئے ہیں علاوہ ازیں موصوف کی متعدد نظموں کے عنوانات بھی تاریخی ہیں روشؔ جعفری کے علاوہ کامٹی کے موجودہ شعرا میں حق فیاضی بھی اس دقیق فن میں طبع آزمائی کرتے رہتے ہیں

☆☆

کامٹی میں ادب اطفال کی سرگرمیاں

کامٹی کے شعرا وادبا کو ادب اطفال کی اہمیت وافادیت کا احساس بخوبی رہا ہے مدحت الاختر سے لے کر روشن جعفری تک کامٹی کا تقریباً ہر نمائندہ شاعر اس طرف متوجہ رہا ہے۔عبدالرحیم نشتر کی دلچسپی ادب اطفال میں کچھ زیادہ ہی نمایاں رہی ہے، مرحوم ماسٹر ہارون رشید عادل نے تو بالخصوص ادب اطفال کو ہی اپنی تخلیقی صلاحیتوں کا محور ومرکز قرار دے رکھا تھا وہ بڑے بڑے مشاعروں کے اسٹیج سے خود کو بچوں کا شاعر کہلوانے میں فخر محسوس کرتے تھے۔نثر نگاروں میں ڈاکٹر جاوید احمد، شکیل شاہجہاں اور ڈاکٹر رفیق اے۔ایس۔صاحب کا نام کامٹی میں ادب اطفال کے حوالے سے معتبر ہے۔نئی نسل کے شعرا میں ماسٹر توحید الحق، ماسٹر اظہر حیدری اور سہیل عالم وغیرہ با قاعدہ اور شعوری طور سے ادب اطفال کو اپنائے ہوئے ہیں۔ڈاکٹر مدحت الاختر کی طفلی نظمیں اسکولوں کے نصاب میں بھی داخل رہی ہیں۔محترم سہیل عالم کے دو شعری مجموعے ''مسکراہٹ (بچوں کے لیے) اور کلیاں کھلنے دو'' ادب اطفال میں خوش گوار اضافہ ہے، 'مسکراہٹ' (بچوں کے لیے) جعفری ساہتیہ اکادمی کے زیر اہتمام شائع ہوئی جسے بلا قیمت طلبا وطالبات میں تقسیم کر دیا گیا۔'کلیاں کھلنے دو' قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کے مالی تعاون سے شائع ہوئی ہے۔مدیر ماہنامہ الفاظ ہند بھائی ریحان کوثر

بھی ادب اطفال میں متحرک ہیں ریحان کوثر 'انعامی کوئیز' کی تحریک چلا کر بھی کامٹی کے نونہالوں کے دل ودماغ میں علم کی شمع روشن کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

ڈاکٹر جاوید احمد صاحب کا ایک مضمون ناگپور کے ماہنامہ قرطاس کے ادب اطفال نمبر میں شائع ہوا ہے جس میں کامٹی اور ادب اطفال کا مناسب جائزہ لیا گیا ہے نیز مسکراہٹ (بچوں کے لیے) پر بھرپور تبصرہ بھی مذکورہ نمبر میں شائع ہوا ہے کامٹی میں ادب اطفال کی فعالیت میں ماہر ادیب اطفال محترم وکیل نجیب صاحب کا بھی دامے، درمے، سخنے تعاون جگ ظاہر ہے ابھی حال ہی میں ۲۵ مئی ۲۰۱۵ء کو وکیل نجیب صاحب کے مشہور ناول 'سیاہ رات' کے دوسرے ایڈیشن کا اجراء بدست ڈاکٹر یٰسین قدوسی صاحب کیا گیا اس تقریب میں ۳۶ گڑھ سے جناب نواب رونق جمال صاحب بھی تشریف لائے تھے اس پر مسرت موقع پر ایک شعری نشست کا انعقاد بھی کیا گیا جس کی صدارت استاد مولوی روشن جعفری نے فرمائی۔محترم وکیل نجیب ماسٹر ہارون رشید عادل (مرحوم) کے ہمراہ کامٹی میں ادب اطفال کے میدان میں کافی سر گرم رہے ہیں جس کے اچھے نتائج بھی ظاہر ہوئے۔مرحوم ماسٹر ہارون رشید عادل کامٹی کی ایک رنگا رنگ اور بے لوث ادبی شخصیت کا نام ہے لیکن ان کا خاص میدان بچوں کا ادب رہا ہے یہ بچوں کے ادب سے اس حد تک جڑے ہوئے تھے کہ اکثر لوگ انہیں ''بچوں کا سرسید'' کہہ کر بھی پکارتے تھے۔ہارون رشید عادل کی شخصیت اور فن کے حوالے سے استاد مولوی روشن جعفری نے ایک مجلّہ ''سنگ میل'' ۲۰۰۴ میں شائع کیا تھا جس میں کامٹی کے مشاہیر اہل قلم کے تاثرات مضامین کی شکل میں موجود ہیں۔

جیسا کہ اس مقالے کے شروع میں کہا گیا ہے کہ ڈاکٹر مدحت الاختر سے لے کر روشؔ جعفری تک کامٹی کے بیشتر شعرا نے ادب اطفال کو اپنی تخلیقات کا موضوع بنایا ہے تو اس ذیل میں قیصرؔ واحدی اور عارفؔ جمالی کا نام بھی اہمیت کا حامل ہے۔ فی الحال سہیلؔ عالم، ماسٹر اظہرؔ حسین اور ماسٹر توحیدؔ الحق کے قلم کی روانی کو دیکھ کر ہم کہہ سکتے ہیں کہ کامٹی میں ادب اطفال کا مستقبل تابناک ہے۔

☆☆

کامٹی میں مشاعروں کی حسین روایت

کامٹی میں مشاعروں کی داغ بیل ۱۹۱۰ء سے پہلے نشستوں کی شکل میں ڈالی جا چکی تھی[۱]۔ بقول ڈاکٹر شرف الدین ساحلؔ:

''جب ۱۹۱۰ء میں تجمل حسین جلال پوری کامٹی تشریف لائے اور یہاں کچھ عرصہ مقیم رہے تو یہی نشستیں مشاعرے میں تبدیل ہوگئیں۔ کامٹی میں پہلا مشاعرہ 'مشن اسکول' جی۔ این روڈ کے میدان میں 'تجمل حسین جلالپوری کے اعزاز میں منعقد ہوا ہے۔''

غزلیہ مشاعرے کے حوالے سے ڈاکٹر شرف الدین ساحلؔ کی مذکورہ بات درست تسلیم کی جا سکتی ہے لیکن منجملہ مشاعرہ 'یعنی نعتیہ مشاعرہ، منقبتی مشاعرہ اور بزم مقاصدہ کی اگر بات کی جائے تو یہ سلسلہ کامٹی میں ۱۹۱۰ء کے کافی پہلے سے جاری ہے خاص طور سے محلّہ حسین آباد میں بر سر عام رثائی کلام پڑھے جانے کا سلسلہ بہت پرانا ہے حسین آباد کا تاریخی جلوس عاشورہ ۱۵۰ سال سے زائد قدیم ہے مرحوم[۲] بابو غلام رسول کا تعزیہ تقریباً ۱۵۰ سال پرانا ہے یہ جلوس عاشورہ کے تبرکات میں سے ہے۔ یہ بیان کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ حسین آباد میں شعر و شاعری کا ماحول اور سلام،

۱۔ کامٹی کی ادبی تاریخ صفحہ ۷۲۔۷۳

۲۔ نیشنل سندیش ناگپور ۲۰ر فروری ۲۰۰۵ء

نعت ومنقبت اور مراثی عوام وخواص میں سننے سنانے کا رواج ۱۵۰ سال سے زائد عرصے پر محیط ہے یعنی مجالس عزا اور محافل مقاصدہ (جو مشاعرے ہی کی ایک شکل ہے) کی روایت کافی پرانی ہے مگر افسوس اس زمانے کے شعرا کے حالات زندگی اور کلام آج موجود نہیں ہیں اس کی ایک وجہ تقسیم ہند کا المیہ بھی ہوسکتا ہے حسین آباد کے متعدد علمی گھرانے پاکستان ہجرت کر گئے۔

اس کے علاوہ محلّہ لکڑ گنج میں بھی اس قسم کی تقریبات کا اہتمام ایک زمانے تک بڑی شان سے ہوتا رہا ہے حافظ یار محمد انور[1] کامٹوی کی شاعری کی شروعات عشرۂ محرم کی مجالس سے ہوئی، حافظ یار محمد انورؔ، منشی سعیدؔ کامٹوی کے بعد کامٹی کے قصر شعر وسخن کے دوسرے ستون کا نام ہے آپ کامٹی کے اساتذہ میں صف اول کے شعرا میں شمار کئے جاتے ہیں حضرت شاطرؔ حکیمی جیسے جید شعرا آپ کی شاگردی میں پروان چڑھے القصہ عشرۂ محرم کی مجالس نے بھی کامٹی میں شعری ذوق کی آبیاری کی ہے۔ پھر بھی کامٹی کی ادبی تاریخ میں محرم کی مجالس اور مخصوص قمری تاریخوں پر منعقد ہونے والی محافل کا ذکر تک نہیں کیا گیا، تعجب ہے!

شاید ڈاکٹر شرف الدین ساحلؔ جو خود مذہبیات کے بڑے پابند نظر آتے ہیں مذہبی مشاعروں کو مشاعرہ تسلیم نہیں کرتے کیونکہ حضرت شاطرؔ حکیمی کے آستانے پر منعقد ہونے والے آل انڈیا نعتیہ مشاعرہ ومسالمہ کا ذکر تک 'کامٹی کی ادبی تاریخ' کے مشاعرے کے باب میں مفقود ہے۔ ۱۹۵۵ء کے عرصے میں حضرت شاطرؔ حکیمی کے

۱۔ کامٹی کی ادبی تاریخ

آستانے پر ایک طرحی مسالمہ منعقد ہوا کرتا تھا جس کا سلسلہ کچھ عرصے کے لیے بند ہوا پھر ۱۹۷۰ء کے زمانے میں مذکورہ مسالمہ منعقد ہونے لگا اور پھر کچھ سال کے بعد کئی برسوں تک آل انڈیا طرحی مسالمہ حضرت شاطرؔ حکیمی کے آستانے پر عظیم الشان پیمانے پر منعقد ہوا جس میں ہندوستان کے معروف شعرا کی شرکت رہی ہے مشاعروں کے مشہور ناظم مرحوم ثقلین حیدر صاحب متواتر زیر تذکرہ مسالمے میں شرکت کرتے رہے ہیں[1]۔ مذکورہ مسالمے کو سارے ملک میں کامٹی کی ادبی شناخت کا مضبوط زینہ قرار دیا جاسکتا ہے استاد مولوی روشؔ جعفری اور غیورؔ جعفری وغیرہ اسی اسٹیج سے ابھر کر کامٹی کے ادبی منظرنامے کا درخشاں باب بن گئے۔

حضرت شاطرؔ حکیمی کے وصال کے بعد یہ مشاعرہ ان کے فرزندان نے ایک مرتبہ منعقد کیا جس کی صدارت جوگا سنگھ انورؔ نے کی تھی اور نظامت ثقلین حیدر کے ذمے تھی، بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ شاطرؔ صاحب کی یہ شاندار روایت آج پورے طور سے جامد ہے۔

۱۹۶۰ء کے زمانے میں گول بازار میں اور بمبئی اسٹور کے پاس شعری نشست بعنوان مسالمہ ایک عرصۂ دراز تک منعقد ہوتی رہی جس میں حضرت ناطقؔ گلاوٹھی بھی شرکت کرتے تھے اس کے علاوہ گول بازار میں غزلیہ مشاعرے بھی منعقد ہوئے ہیں اگر یہ کہا جائے کہ یہی شعری نشستیں کامٹی کی نئی نسل میں ادبی مذاق پیدا

۱۔ یہ باتیں استاد روشؔ جعفری نے اپنے چچا امداد علی امدادؔ سے سنی اور ۱۹۷۰ء کے بعد کے مسالمے کے بذات خود شاہد ہیں۔

کرنے کی بنیادی سبیل ثابت ہوئی ہیں تو غلط نہ ہوگا۔

کامٹی کے آل انڈیا مشاعروں کے آرگنائزرس میں سب سے زیادہ مشہور نام مرحوم یعقوب یزدانی صاحب کا ہے یعقوب یزدانی نے سرزمین کامٹی پر بڑے معیاری اور تاریخ ساز مشاعروں کا اہتمام کیا ہے۔ یعقوب یزدانی کے مشاعروں میں شہرت کی بلندیوں پر رہنے والے شعرا بھی شریک ہوئے ہیں اس میں یعقوب یزدانی کو بزم غالب کا بھرپور تعاون حاصل رہتا تھا آج بھی کامٹی میں یعقوب یزدانی کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے مشاعروں کا ذکر بڑے فخر سے کیا جاتا ہے۔ یعقوب یزدانی، بزم غالبؔ کے روح رواں نظیرؔ رشیدی اور مرحوم صدیق بے ڈھبؔ وغیرہ نے کامٹی میں جو کامیاب مشاعروں کا اہتمام کیا ہے اس کے لیے مذکورہ ادارے اور صاحبان کامٹی کے باذوق افراد کے شکریے کے حقدار قرار پاتے ہیں۔

’کامٹی کی ادبی تاریخ‘ میں جوہرؔ ڈے پر منعقد ہونے والے مشاعرے کا تفصیل سے ذکر موجود ہے اس کے علاوہ اور بھی مشاعروں کے متعلق اہم معلومات مذکورہ کتاب میں درج ہے اس لیے ہم اس دور کے مشاعروں سے صرف نظر کرتے ہوئے عصر حاضر کے مقبول عام مشاعرے اور نشستوں کا اجمالی جائزہ لیں گے۔

سن ۲۰۰۰ء کے قریب پاس کے زمانے میں ادب اسلامی ہند شاخ کامٹی کی جانب سے خلیل انجم صاحب کی نگرانی میں ماہانہ طرحی شعری نشستوں کا انعقاد دفتر جماعت اسلامی ہند کامٹی میں ہوتا رہا اس نشست میں مقامی شعرا کے علاوہ ناگپور کے نمائندہ شعرا بھی شرکت کرتے رہے ہیں۔ ایک نشست کی صدارت علاقۂ وودربھ کے

معروف شاعر محترم ظفرؔ کلیم صاحب نے بھی فرمائی ہے خلیل انجم کے وصال کے بعد ادارۂ ادب اسلامی کی طرحی نشستوں کا سلسلہ تا حال رکا ہوا ہے حالانکہ مولانا سراج صاحب اور ان کے رفقاء اس معاملے میں کافی حد تک مخلص ثابت ہوئے ہیں پھر بھی افسوس کے ساتھ لکھنا پڑ رہا ہے کہ جب ایسے ادارے اور تنظیمیں جو پورے ملک میں اپنا اثر و رسوخ رکھتیں ہیں وہ اپنے تہذیبی ورثہ کی حفاظت سے بے اعتنائی برت رہی ہیں تو پھر انفرادی سطح پر مشاعرے منعقد کرنے والے حضرات کا کیا مرثیہ پڑھنا!

۲۰۰۵ء کامٹی میں ایک عظیم الشان اور تاریخ ساز انڈو پاک مشاعرہ بھی منعقد کیا گیا ہے یہ یادگار مشاعرہ بھوئیر کالج کے وسیع و عریض احاطے میں منعقد کیا گیا تھا۔ اس مشاعرے سے قبل کامٹی میں شایقین مشاعرہ کا اتنا بڑا جم غفیر دیکھنے میں نہیں آیا زیر تذکرہ مشاعرے میں اہل ذوق حضرات کا ایک ایسا اژدہام تھا کہ آدھ کلومیٹر تک تو صرف گاڑیاں پارک تھیں اس مشاعرے میں وودربھ کے تقریباً ہر شہر سے سامعین کی کثیر تعداد کی تشریف آوری ہوئی تھی اس کے علاوہ چھتیس گڑھ سے بھی مشاعرہ سننے کے لیے اہل اردو تشریف لائے تھے اس مشاعرے میں عالمی شہرت یافتہ شاعر احمد فرازؔ کی موجودگی بالخصوص کشش کا باعث تھی نظامت منورؔ رانا فرما رہے تھے، اس مشاعرے کو منعقد کرنے میں ’فائن آرٹ گروپ‘ خاص طور سے مدحتؔ الاختر اور بابو شکیل احمد قریشی وغیرہ کا کردار بہت اہم تھا شری یادو راؤ بھوئیر کے تعاون سے مذکورہ انڈو پاک مشاعرہ کامٹی کے ادبی منظر نامے کا یادگار باب بن گیا۔

ڈاکٹر مدحت الاختر ہر چند کہ خود مشاعروں میں بحیثیت شاعر شرکت کم

کرتے ہیں لیکن اچھے مشاعرے منعقد کرنے میں بہت دلچسپی رکھتے ہیں مرحوم اقبال اشہرؔ کی یاد میں ۱۹۹۴ء میں محمد علی منچ پر منعقد کیا گیا آل ودربھ مشاعرہ بھی ڈاکٹر مدحتؔ الاختر اور فائن آرٹ گروپ کی محنتوں کا نتیجہ تھا اس مشاعرے میں اقبال اشہرؔ کے عزیز دوست طالبؔ حسین پنجابی (مرحوم) نے بھی بڑی دل چھوتی غزل پیش کی تھی دو شعر میرے حافظے میں اب تک محفوظ ہیں ملاحظہ کریں۔

سدا برسا ہے پانی ساحلوں پر
کہیں پیاسا سمندر تو نہیں ہے
نہ جانے کس کی متلاشی ہیں آنکھیں
کہیں محفل میں اشہرؔ تو نہیں ہے

اس مشاعرے کی روداد کو میں نے ایک مضمون کی شکل میں تحریر کیا ہے جو اقبال اشہرؔ کے شعری مجموعہ 'بے صدا فریاد' کے آخری صفحات پر موجود ہے۔

مقامی سطح پر عادل علمی مرکز کی جانب سے بھی چند ایک یادگار مشاعرے کامٹی میں بیسویں صدی کے اواخر میں منعقد کیے گئے ہیں۔ آج کل محترم ایوب صاحب (ریٹائرڈ ائیر انڈیا) اور ماسٹر وقار احمد کے تعاون سے گاہے گاہے شعری نشستوں کا انعقاد ہو رہا ہے۔

کامٹی کے نوجوان سیاسی کارکن عادل ودروہی گذشتہ ۱۵ برسوں سے یوم جمہوریہ ہند کے موقع پر ایک کل ہند سطح کا مشاعرہ منعقد کر رہے ہیں ان کے علاوہ محترم احفاظ احمد ٹھیکیدار (سابق نائب صدر بلدیہ کامٹی) بھی اس میدان میں سرگرم رہتے ہیں۔

بتاریخ ۱۰ دسمبر ۲۰۱۴ء سیٹھ کیسری مل پوروال کالج میں بھی ایک ضلعی سطح کا مشاعرہ منعقد ہوا ہے اس مشاعرے کی صدارت ڈاکٹر مدحتؔ الاختر اور ان کے بعد ڈاکٹر عبدالرحیم نشترؔ صاحب نے فرمائی جناب اشتیاق کاملؔ نے بحسن وخوبی نظامت کے فرائض انجام دیئے راقم الحروف آغا محمد باقر (نقی جعفری) بھی اس مشاعرے میں بحیثیت شاعر شریک رہا ہے میرے علاوہ رضوانؔ رضوی اور ریحان کوثرؔ بھی کامٹی سے بحیثیت شاعر شریک تھے ہندوستان کے مشہور شاعر ظہیرؔ عالم ناگپوری نے بھی اس مشاعرے کو اپنی موجودگی سے رونق بخشی تھی مشاعرے کے نگراں پروفیسر اظہر ابرار اور اسسٹنٹ پروفیسر محمد اسرار صاحبان تھے۔

کامٹی میں کچھ مشاعرے اولیائے کرام کے عرس کے موقع پر بھی منعقد ہوتے رہے ہیں جس میں شری مان 'کشور بابا' (خادم بابا حضرت شیدائے کربلاؒ) کی جانب سے ماہِ صفر المظفر میں منعقد ہونے والا مشاعرہ بہت مقبول رہا ہے اس مشاعرے کی ساری تیاریاں عبدالمجید صاحب (مرحوم) (ملازم کھنڈیل وال) انجام دیا کرتے تھے یہاں کے مشاعروں میں مرحوم اقبال اشہر بھی بحیثیت شاعر شریک ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ ۲۰۰۰ء کے کچھ پہلے سے کچھ بعد تک ایک نعتیہ مشاعرہ و مسالمہ آستانۂ معصوم شاہؒ میں زیر صدارت خلشؔ قادری (مرحوم) منعقد ہوتا تھا اور مہمان خصوصی کے طور پر ڈاکٹر عشرت جاوید انصاری صاحب موجود رہا کرتے تھے یہ مشاعرہ بابا محمد علی (مرحوم) کی محنتوں کا ثمرہ تھا۔

کامٹی کے تقریباً ہر مسلم علاقے میں مشاعروں کی ایک حسین روایت رہی

ہے۔ پیلی حویلی چوک، گجری بازار، اسماعیل پورہ، بھوئی لائن، بھاجی منڈی، قادر کا جھنڈا، لکڑ گنج، ہر علاقے میں مشاعرے آج بھی منعقد ہوتے رہتے ہیں خاص طور سے محلّہ حسین آباد مشاعروں کے معاملے میں اپنی مثال آپ ہے یہاں خالص مذہبی مشاعرے منعقد ہوتے ہیں مثلاً عید میلادالنبیؐ کے موقع پر نعتیہ محفل، ۱۳ رجب المرجب کو علی ڈے کے موقع پر آل انڈیا محفل مقاصدہ، یوم حسین کے موقع پر عظیم الشان شعری محفل غرض کہ سال کے ہر مہینے میں حسین آباد میں کسی نہ کسی بہانے سے شعروسخن کا ماحول گرم ہی رہتا ہے شاید انہی محافل ومجالس کا اثر ہے کہ آج کامٹی کے دیگر علاقوں کی بہ نسبت حسین آباد شعروادب کے معاملے میں زیادہ زرخیز علاقہ ثابت ہورہا ہے۔

حسین آباد میں جب سے مومنین آباد ہیں غالباً اسی دور سے محافل ومجالس کا سلسلہ آج تک جاری ہے ایک نسل کے بعد دوسری نسل اس کام کے لیے تیار ہوجاتی ہے ۔ مرحوم ماسٹر فقیر حسین (ز: ۱۹۳۰ء) اور مرحوم نثار علی ضیغم (ز: ۱۹۳۵ تا ۱۹۸۰ء) سے لے کر عصر حاضر میں رحمت علی حیدری (صاحب بیاض انجمن معصومیہ) اور واجد علی پتر کار تک کبھی مشاعروں کے مہتمم کی قلت محسوس نہیں ہوئی گذشتہ دو تین برسوں سے بالکل تازہ دم نوجوان بھی اس میدان میں وارد ہوچکے ہیں ذیشان حیدر (مرحوم چراغ علی چراؔغ کے فرزند) اور مصطفیٰ علی اور ان کے احباب آج کل بڑی بڑی محفلیں منعقد کررہے ہیں اس سلسلے میں نیا بازار کے ساکن الحاج ماسٹر کاظم علی کربلائی اور محترم الحاج مظہر علی کربلائی صاحبان کا نام بھی یاد رکھے جانے کے قابل ہے الحاج جواد حسین کربلائی بھی مسلسل کئی برسوں سے ایک محفل مقاصدہ ۱۶ شعبان المعظم کو

درمدح امام مہدیؑ منعقد کرتے چلے آرہے ہیں اس میں عام طور سے مقامی شعراہی کی شرکت رہتی ہے جواد حسین صاحب کے دولت کدے پر منعقد ہونے والی تاریخی محفل مقاصدہ درحقیقت کسی زمانے میں ان کے والد التجا حسین جوہؔر اور ان کے متعلقین، قاسم مرحوم کے ڈھابے پر منعقد کیا کرتے تھے۔

کامٹی میں بہ وقار اور معیاری آل انڈیا محافل مقاصدہ کے معاملے میں فی الوقت الحاج ماسٹر کاظم علی کربلائی اور الحاج مظہر علی کربلائی (W.C.L.) کا کوئی ثانی نہیں ہے ان کی محفلوں میں ملک گیر شہرت کے حامل شعرائے اہلبیت شرکت کرتے ہیں استاد مولوی روشؔن جعفری اگر کامٹی میں موجود رہے تو اس محفل میں ضرور شریک ہوتے ہیں اور اکثر صدارت بھی فرماتے ہیں اس کے علاوہ مولانا آزاد نگر نیو کامٹی میں بھی محفل مقاصدہ کا انعقاد ہوتا رہتا ہے۔

شہر کامٹی میں مہاراشٹر اردو اکادمی کی جانب سے بھی مشاعرے کا انعقاد عمل میں آیا ہے اس کے علاوہ 'پولس محکمہ' کی جانب سے بھی شاندار مشاعرے کا انعقاد ہوا ہے ڈاکٹر بھوشن کمار اپادھیائے (اعلیٰ پولس عہدے دار) بذات خود مشاعروں میں غزلیں سنایا کرتے تھے۔ انجمن عصری ادب کے زیر اہتمام بھی مشاعروں کا انعقاد کامٹی میں ہوا کرتا تھا لیکن آج کل یہ تنظیم بالکل خاموش ہے۔ کامٹی کے مشاعروں کی حسین روایت میں جو بات سب سے زیادہ متاثر کرنے والی ہے وہ یہ ہے کہ شہر کامٹی کے مشاعروں میں بلا تفریق مذہب وملت لوگ شرکت کرتے ہیں بعض مشاعرے تو لکشمی نرائن مندر حال میں بھی منعقد ہوئے ہیں۔

☆☆

کامٹی کی موجودہ ادبی تنظیمیں

ہر چند کامٹی کے مذہبی مدارس اور دیگر تعلیمی ادارے کسی نہ کسی نہج پر شعر و ادب کی خدمت کرتے رہے ہیں لیکن ہم صرف ان تنظیموں کا ذکر کریں گے جن کا بنیادی کام شعروادب سے تعلق رکھتا ہے۔

بزم غالب

بزم غالب کے متعلق ’کامٹی کی ادبی تاریخ‘ میں سیر حاصل معلومات موجود ہے۔محترم ایس۔کیو۔زماں صاحب کا خاص تعاون بزم غالب کو حاصل رہا ہے محترم ڈاکٹر مدحت الاختر جیسی مایہ ناز علمی وادبی شخصیت بھی بزم غالب سے مربوط رہی ہے بزم غالب متحرک اور فعال افراد سے ہری بھری تنظیم کا نام ہے شہر کامٹی میں بڑے بجٹ کے مشاعروں کے انعقاد کی ابتدا کا سہرا اسی تنظیم کے سر ہے اس کے علاوہ متعدد کتابیں بھی بزم غالب کے زیر اہتمام شائع ہوئی ہیں جن میں ظ۔انصاری کے صحافتی اداریوں پر مشتمل کتاب ’کانٹوں کی زباں‘ کافی مقبول ہوئی۔

انجمن ضیاء الاسلام پبلک لائبریری

کامٹی میں انجمن ضیاء الاسلام پبلک لائبریری بھی ایک زندہ ادبی وعلمی ادارہ ہے جس کے تحت آج بھی علمی وادبی سرگرمیاں جاری وساری ہیں جناب ماسٹر وقار

احمد صاحب اور محمد ایوب صاحب (ریٹائرڈ ڈپٹی مینجر ائیر انڈیا) انجمن ضیاء الاسلام پبلک لائبریری کو اس کی دیرینہ روایت کے مطابق آج کل ادبی تقاریب سے مربوط رکھتے ہوئے محمد ایوب صاحب نے منشی ابوبکر شہرت اور ناظم کامٹوی کے کلام کو کتابی شکل میں شائع کرکے کامٹی کے پرانے شعرا کے کلام کو شائع کرنے کی تحریک شروع کی ہے جس کے لیے وہ قابل مبارکباد ہیں۔

انجمن عصری ادب

۱۹۷۸ء[ا] میں انجمن عصری ادب کی بنیاد شہر کامٹی میں ڈالی گئی اس انجمن کے بانیان میں ڈاکٹر رفیق اے۔ایس صاحب کا نام معروف ہے ان کے علاوہ انجمن عصری ادب کے فعال ذمہ داران میں کامٹی کی مشہور ادب نواز شخصیت مرحوم ظہیر وارثی کے لائق فرزند جناب مقبول وارثی اور نشاط انصاری وغیرہ بھی شامل ہیں۔

۱۹۸۰ء سے لے کر ۱۹۹۰ء کے زمانے تک کامٹی کے ادبی منظر نامے پر نمایاں رہنے والی تنظیموں میں انجمن عصری ادب اہمیت کی حامل ہے اس انجمن کے زیر اہتمام مشاعرے، کتاب سینٹر، مفت اردو کوچنگ کلاسیس وغیرہ کا انعقاد بھی عمل میں آیا آج کل انجمن عصری ادب کی سرگرمیاں محدود سی نظر آتی ہیں

عادل علمی مرکز

عادل علمی مرکز ۱۹۹۰ء سے کچھ پہلے تشکیل دی گئی ایک خالص ادبی وشعری انجمن کا نام ہے اس تنظیم کا نام کامٹی کی مشہور علمی وادبی شخصیت مرحوم صفی اللہ عادل کی

ا۔ ہمارا ماحول مصنف ڈاکٹر رفیق اے۔ایس کامٹی ص ۷

مناسبت سے عادل علمی مرکز رکھا گیا عادل علمی مرکز کی پہلی صدارت کا اعزاز کامٹی کے جدید لب و لہجے کے معروف شاعر اقبال اشہؔر کو حاصل ہوا نائب صدر استاد مولوی روشؔن جعفری قرار پائے اس تنظیم میں کامٹی کی انتہائی فعال اور متحرک ادبی شخصیتیں جمع ہوگئی تھیں جن میں منظور الحق انصاری ، ماسٹر ہارون رشید عادل (مرحوم) ، طالب حسین پنجابی (مرحوم)، دلدار حسین شفق کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔

عادل علمی مرکز کا علمی و ادبی کام بنیادی طور پر شعر و ادب کے لیے زمین ہموار کرنا تھا اس لیے تنظیم کے شعرا و ادبا بڑے پیمانے پر اخبار و رسائل میں اشاعت کی طرف متوجہ ہوئے تنظیم کے تمام شعرا کا اخبارات و رسائل میں ایک ہی پتہ شائع ہوتا تھا یعنی عادل علمی مرکز گجری بازار کامٹی۔

اس تنظیم کے شعرا نے بھیونڈی اور مالیگاؤں وغیرہ کے کل ہند طرحی شعری مقابلوں میں بھر پور حصہ لیا اور اکثر مقابلے کی جیت کا سہرا عادل علمی مرکز کامٹی کے سر بندھا۔ عادل علمی مرکز نے متعدد شعری نشستیں بھی منعقد کیں اور شہر کامٹی کی منفرد شخصیات کو ان کو کارہائے نمایاں کے لیے ایوارڈ بھی دیئے اور ان کا اعزاز و استقبال بھی کیا۔ کئی ایک کتابچے اور مجلّے بھی شائع کیے مثلاً ’الرسالہ کا مشن وحدانیت یا وحید خانیت‘ اور ’سنگ میل‘ وغیرہ۔

ماسٹر ہارون رشید عادل کے انتقال کے بعد سے عادل علمی مرکز کی رفتار دھیمی پڑ گئی ہے۔ عادل علمی مرکز کے ٹھہراؤ کی دوسری وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ گذشتہ دو تین برسوں سے استاد مولوی روشؔن جعفری بھی کامٹی کے بجائے پونہ میں رہائش اختیار کئے

ہوئے ہیں فی الوقت منظور الحق انصاری تن تنہا عادل علمی مرکز کو سنبھالے ہوئے ہیں۔

بزم نیاز انجم

ادب اسلامی کے نمائندہ شاعر مرحوم خلیل انجم صاحب کے بڑے بھائی محترم نیاز انجم کے نام پر ڈاکٹر شیخ بنکر کالونی میں بزم نیاز انجم کا قیام (۲۰۰۹ء) عمل میں آیا تجربہ کار اور کہنہ مشق شاعروں اور ادیبوں کی یہ بزم اپنی مناسب رفتار سے کامٹی کی ادبی سرگرمیوں کی حصہ دار بنی ہوئی ہے۔ ۲۸/ مارچ ۲۰۱۵ء کو بزم نیاز انجم کی جانب سے سہیؔل عالم کی دوسری تصنیف ’کلیاں کھلنے دو‘ کے اجرا کے موقع پر استاد مولوی روشؔن جعفری کی خدمت میں ’انیسؔ دوراں‘ ایوارڈ پیش کیا گیا اور راقم الحروف کو ’سالار ادب‘ ایوارڈ سے سرفراز کیا گیا۔

بزم نیاز انجم کے بانی اور روح رواں محترمہ آصفہ انجم صاحبہ ہیں اور سر پرست کامٹی کے بزرگ شاعر وکیل انجم صاحب ہیں دیگر ذمہ داران میں سہیل انجم، بلال احمد اور جناب ایاض احمد وغیرہ ہیں۔

اشہؔر جعفریؔ ساہتیہ اکادمی

۲۰۱۰ء میں استاد مولوی روشن جعفری کی شعری خدمات کے اعتراف میں ’جعفری ساہتیہ اکادمی‘ کا قیام عمل میں آیا۔ جعفری ساہتیہ اکادمی کے پہلے صدر سہیل عالم صاحب کو بالاتفاق منتخب کیا گیا نائب صدر جناب طارق قریشی اور سکریٹری مولانا احسان حیدر ہیں اس تنظیم سے راقم الحروف بھی پورے طور پر منسلک ہے عمر فاروق، صوفی عمران، شمس جعفری، لاریب عباس، مبارک جعفری وغیرہ سرکردہ اراکین ہیں۔

استاد مولوی روشؔ جعفری، منظور الحق شاکرؔ، حکیم اختر الاسلام سلیمی، ماسٹر اظہر حیدری اور خورشید عالم جیسی علمی و ادبی شخصیتوں کی سرپرستی مذکورہ تنظیم کو حاصل ہے۔

جعفری ساہتیہ اکادمی کے زیر اہتمام ابھی حال ہی میں ۲۸/ مارچ ۲۰۱۵ء کو ’کلیاں کھلنے دو‘ کے اجرا کی شاندار تقریب عمل میں آئی اس تقریب کی صدارت ڈاکٹر مدحت الاختر صاحب نے فرمائی اور مہمانان خصوصی کی حیثیت سے مشہور ادیب اطفال وکیل نجیب (ناگپور) اور نواب رونق جمال (چھتیس گڑھ) بھی موجود تھے۔ متذکرہ تقریب میں کم و بیش سولہ افراد کو ان کے مخصوص کارہائے نمایاں کے لیے ایوارڈ سے بھی نوازا گیا۔

چھوٹی چھوٹی شعری نشستوں کے انعقاد کے علاوہ سہیل عالم کی بچوں کے لیے لکھی گئی نظموں کا مجموعہ ’مسکراہٹ‘ بھی جعفری ساہتیہ اکادمی نے ۲۰۱۲ء میں شائع کیا اور بلاقیمت اردو پڑھنے والے بچوں میں تقسیم کیا گیا۔

(نوٹ: استاد مولوی روش جعفری کے مشورے پر جولائی ۲۰۱۵ء میں تنظیم کے نام میں کامٹی کے البیلے شاعر اقبال اشہرؔ کے تخلص کا اضافہ کیا گیا اب یہ تنظیم اشہرؔ جعفریؔ ساہتیہ اکادمی کے نام سے معنون ہے تنظیم کا پتہ گجری بازار کامٹی ہے۔)

ماہنامہ الفاظ ہند

ماہنامہ الفاظ ہند (کامٹی) بظاہر ایک رسالے کا نام ہے لیکن درحقیقت یہ ایک ادبی و سماجی انجمن ہے محترم ریحان کوثر صاحب الفاظ ہند کے مدیر ہیں ان کے معاون محترم ریاض امروہی صاحب ہیں۔ ماہنامہ الفاظ ہند کی جانب سے بھی گاہے بگاہے مشاعرے اور دیگر ادبی تقاریب کا انعقاد ہوتا رہتا ہے۔☆☆

کامٹی کے
موجودہ شعرا و ادبا

رمضان علی شوقؔ

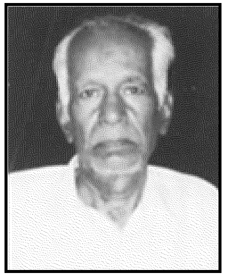

نام: رمضان علی   تخلص: شوقؔ

والد: ضمیر حسین   سن ولادت: ۱۹۳۰ء

رہائش: جمال پورہ کامٹی

کامٹی کے پرانے شاعروں میں صرف رمضان علی شوقؔ باقی رہ گئے ہیں۔رمضان علی شوقؔ کی شاعری کی ابتدا ۱۹۵۰ء میں ہوئی۔شروع میں حضرت شاطرؔ حکیمی سے اصلاح لیتے رہے لیکن رفتہ رفتہ اپنی خداداد فنی صلاحیتوں پر منحصر ہوگئے۔ان کے آباواجداد کامٹی کے قدیم رہائشی نہیں تھے ان کے والد ضلع اکبر پور (موجودہ امبیڈ کرنگر۔یو۔پی) کے لُورپور سے ۱۹۲۳ء میں کامٹی میں بسلسلۂ روزگار آکر آباد ہوئے ان کے والد ضمیر حسین نہایت شریف آدمی تھے اور اس قدر نرم مزاج تھے کہ لوگ انہیں 'اللہ میاں کی گائے' کہہ کر پکارتے تھے۔ضمیر حسین مزدور پیشہ تھے اس لیے غربت سے خاص تعلق تھا کچھ روز کامٹی میں رہے تو کچھ روز 'رائے پور' (۳۶ گڑھ) میں خوجہ مسجد میں موذن رہے۔ بہر حال کامٹی میں مستقل سکونت اختیار کرلی۔ چونکہ رمضان علی شوقؔ کا بچپن دربدری اور غربت وافلاس کی نذر ہوا اس لیے شوقؔ باقاعدہ کسی اسکول یا مدرسے کی طالب علمی سے محروم رہے لیکن گھر کا ماحول مذہبی تھا سونے پر سہاگہ یہ کہ ماسٹر قاسم علی سگے بہنوئی تھے اور خاندانی رشتے سے بھائی ہوتے تھے پھر التجا حسین جوہرؔ اور امداد علی امدادؔ جیسی ذہین شخصیتیں بڑے بھائی کی شکل میں موجود تھیں لہٰذا عربی وفارسی زبان گھر میں ہی سیکھی اور اتنی مہارت حاصل کرلی کہ قرآن اور نہج البلاغہ کا بھرپور

مطالعہ کیا۔گلستاں اور بوستاں کو اتنا پڑھا کہ ان سے باتیں کرو تو محسوس ہوتا ہے کہ جیسے انہوں نے حکایات سعدی کو اپنے اندر انڈیل لیا ہے۔میرؔ، غالبؔ، انیسؔ اور اقبالؔ سے بہت متاثر ہوئے ہیں۔ فراقؔ بھی ان کے پسندیدہ شعرا میں سے ہے۔

رمضان علی شوقؔ کی شاعری نفاست کا نمونہ ہے۔مضمون کی پاکیزگی، زبان کا برمحل استعمال، لفظوں کے حسب نسب سے واقفیت، محاوروں کی اہمیت سے آگاہی ان کے اشعار کا خاصہ ہیں۔سلام ومنقبت کی جانب خاص دلچسپی رہی ہے ابھی تک کوئی مجموعۂ کلام شائع نہیں ہوا ہے حالانکہ اہل وعیال معاشی طور پر ٹھیک ٹھاک ہیں ان کے بڑے بیٹے فیاض حسین ہندوستانی فوج میں ملازم تھے،فوج سے سبکدوشی کے بعد ان کا انتقال ہوگیا اشتیاق حسین اور شاہد رضا بقید حیات ہیں اور تندرست وتوانا ہیں اور برسرکار بھی ہیں اشتیاق حسین کسی نجی کمپنی میں بڑے عہدے پر فائز ہیں۔

رمضان علی شوقؔ پر آج سے ۳۵ سال قبل فالج کا زبردست حملہ ہوا تھا برسوں اس کا اثر رہا نتیجتاً شاعری کی رفتار دھیمی بہت دھیمی ہوگئی گذشتہ پانچ چھ برسوں میں کچھ تیزی دیکھنے میں آئی اور چند ایک منقبت محفل مقاصدہ میں زیر سماعت آئی لیکن آج کل پھر خاموشی چھائی ہوئی ہے۔

نمونۂ کلام

دوشعر بہ موقع شادی خانہ آبادی نقی جعفریؔ (اس کتاب کے مصنف)

روشنؔ کے گھر میں فضل حق سے دورِ خوشگوار آیا   نقی کے سر پہ سہرا سج گیا دل کو قرار آیا

رہیں دولھا دلھن آباد و خرم زندگانی بھر   ہیں دل احباب کے خوش ہے دعا سب کی زبانوں پر

منقبت

مرتضیٰ آئے خوشی کا جشن برپا ہوگیا
مرکز انوارِ رحمت گھر خدا کا ہوگیا

دل میں جب عشق علیؑ تنویر افزا ہوگیا
دور میری زندگی سے رنج دنیا ہوگیا

تھے علی و مصطفیؐ دنیا میں ہر جا ساتھ ساتھ
کیوں جدا کرتے ہو لوگوں اب تمھیں کیا ہوگیا

دامن تاریخ کو ہے بھا گئی اس شب کی بات
جب کہ حیدر کو عطا بستر نبی کا ہوگیا

بزم عالم میں جداگانہ نظر آیا بہت
سیرت معصوم پہ جو شخص شیدا ہوگیا

شوقؔ مل جائے گا مجھ کو اپنی محنت کا صلہ
گر قبولِ محفل مولا قصیدہ ہوگیا

☆

اک دلکشی ہے محفل امکاں لیے ہوئے
آئے جو آپ روئے درخشاں لیے ہوئے

☆

تمھارا عالم حسن و جمال کیا ہوگا
ہے ذکر آپ کا جب محفلیں سجائے ہوئے

ڈاکٹر مدحت الاختر

نام: محمد مختار

ولدیت: حافظ رحمت اللہ

ولادت: ۱۵ رمئی ۱۹۴۵ء   تخلص: مدحتؔ الاختر

پتہ: وارث پورہ کامٹی

پیشہ: سابق لکچرار وسنت راؤ نائیک گورنمنٹ انسٹی ٹیوٹ آف آرٹس اینڈ سوشل سائنسز

ڈاکٹر مدحت الاختر 'کامٹی کے ادبی منظر نامے' کا ایک بہت بڑا نام ہے ہندوستان کے تقریباً وہ تمام شعرا اور ادبا جو عصر حاضر میں اردو کی نمائندگی کررہے ہیں ان میں سے شاید ہی کوئی ہو جو مدحت الاختر کو نہ جانتا ہو۔ سیدھا سادہ شریف آدمی جب کسی بڑے عہدے پر پہنچتا ہے تو اور بھی زیادہ شرمیلا ہوجاتا ہے ڈاکٹر مدحت الاختر کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے مشاعروں میں بحیثیت شاعر شرکت کرنے سے کتراتے ہیں حالانکہ مشاعروں کے دلدادہ بھی ہیں، عمومی سطح کے مقامات پر زیادہ دیر نہیں ٹھہرتے لیکن گجری بازار آئے بغیر چین بھی نہیں پڑتا اپنے مخصوص حلقۂ احباب میں گھنٹوں بیٹھتے ہیں لیکن دیگر شناساؤں سے علیک سلیک تک ہی مراسم رکھتے ہیں۔

ڈاکٹر مدحت الاختر 'کامٹی کے ادبی منظر نامے' کا نہ صرف جلی نام ہے بلکہ کامٹی کے شعری ورثہ کی آبرو بھی ہے۔ فراقؔ گورکھپوری نے کہا تھا:

آنے والی نسلیں تم پہ فخر کریں گی ہم عصرو
جب ان کو معلوم پڑے گا تم نے فراقؔ کو دیکھا ہے

جب کبھی میں مدحتؔ الاختر سے اپنے خالص ادبی وشعری تعلقات کے بارے میں سوچتا ہوں تو فرطِ انبساط سے چہرہ کھل جاتا ہے کہ واقعی ڈاکٹر مدحتؔ الاختر کے مضامین کے ساتھ میرے مضامین کا شائع ہونا کوئی معمولی بات نہیں ہے ۔ بیشک اہلیان کامٹی کو جدید لب ولہجے کے اس بہ وقار شاعر پر فخر ہونا چاہیے۔

مدحتؔ الاختر کی شخصیت اورفن کے ذیل میں کافی کچھ لکھا جاچکا ہے قاضی سروشہ نسرین (شعبۂ اردو ناگپور یونیورسٹی) سے لے کر مرحوم فضیلؔ جعفری تک اردو شعروادب کے معروف اہلِ قلم کی تحریریں منشۂ شہود پر آچکی ہیں ۔’منافقوں میں روز و شب‘ ’میری گفتگو تجھ سے‘ اور’ارتباط‘ مدحتؔ الاختر کے مشہور اور مقبول مجموعہ ہائے کلام ہیں ۔ اپنی زبردست ادبی خدمات کے سبب ڈاکٹر مدحتؔ الاختر کا نام علاقۂ ودربھ میں حرفِ اعتبار کی حیثیت اختیار کرگیا ہے القصہ ڈاکٹر مدحت الاختر فن شاعری سے مالا مال ایک ایسے شاعر ہیں جن کی غزلیں ، علمی بصیرت ، زمانے کے سرد وگرم کی تمازت ، پاکیزہ جذبات کی شدت ، انسانی اخوت اورعشق ومحبت سے سجی ہوتی ہیں ڈاکٹر مدحت الاختر کی شاعری کا وصف خاص اس کی برجستگی اور بے لاگ پن ہے وہ پرانے سے پرانے خیال اور روندے ہوئے مضامین کو بھی اس طرح نظم کرتے ہیں کہ وہ نئے معلوم ہوتے ہیں ۔ زبان وبیان پر قدرت کاملہ حاصل ہے ہر غزل کا کوئی نہ کوئی شعر قاری کو مسحور کردینے کی صلاحیت سے آراستہ ہوتا ہے۔

اشاعت کی طرف پورے طور سے متوجہ رہتے ہیں اس لئے ان کی تخلیقات (غزلیں) ملک بھر کے جرائد ورسائل میں آج بھی شائع ہورہی ہیں ۔ مدحتؔ الاختر کے لئے اتنا کہا جاسکتا ہے کہ:

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

نمونۂ کلام

صبح میں سو کر اٹھا کھایا پیا کل کی طرح
زندگی پیاری تھی مجھ کو جی لیا کل کی طرح
جو ملا ہنس کر ملے اس سے خدا حافظ کہا
آج بھی جاری رہی مشق ریا کل کی طرح
ہم نے اپنے جی میں ٹھانی اور یہ کہتے ہوئے
جو نہ کرنا تھا وہی سب کرلیا کل کی طرح
آج بھی کہتے ہیں مجھ کو لوگ اچھا آدمی
آج بھی بن کر رہوں بہروپیا کل کی طرح
خود سے ملنے کے لیے تنہائی کتنی چاہیے
آج بھی پایا نہ میں نے تخلیہ کل کی طرح
پیر رومی آج پھر نکلے ہیں کس کی کھوج میں
اپنے ہاتھوں میں لیے جلتا دیا کل کی طرح

غزل

جیتے ہی جی موے ہم آزار ایسے ہی تھے
"ہم بے حقیقتوں کے کردار ایسے ہی تھے"

ہر گام سو دکانیں بکنے خریدنے کی
لازم ہوا گزرنا ، بازار ایسے ہی تھے

اپنی خوشی نہ رونا اپنی خوشی نہ ہنسنا
ہم بے دلوں کے یارو ، اطوار ایسے ہی تھے

جنگل کی رات کالی ، گم راہ کرنے والی
دشمن ہوئے ہمارے رہوار ایسے ہی تھے

مارا نہ اس نے ہم کو سو سو طرح سے چاہا
ہم سہہ رہے تھے سب کچھ جی دار ایسے ہی تھے

موجوں سے مل کے سازش طوفان کی رچی تھی
مانگے کی کشتیوں کے پتوار ایسے ہی تھے

چھوڑا نہ کوئی گوشہ ہم نے برابری کا
ہم اپنی سادگی میں پُرکار ایسے ہی تھے

مانگا تھا دل نے مدحت ، نذرانۂ محبت
جاں تک نہ دے سکے ہم نادار ایسے ہی تھے

استاد مولوی روشؔ جعفری کربلائی

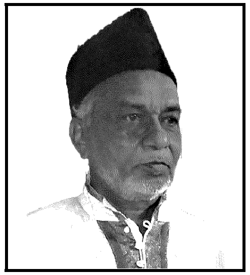

نام: محمد موسیٰ جعفری

تخلص: روشؔ جعفری

تاریخ ولادت: ۲۸/جون ۱۹۴۹ء

ولدیت: التجا حسین

پتہ: کاشانۂ مسلم جمال پورہ کامٹی　　تعلیم: مولوی (ناگپور یونیورسٹی)

روشؔ جعفری کے دادا ضمیر حسین 'شمالی ہند' کے لور پور، ضلع امبیڈکر نگر (اکبر پور) کے متمول گھرانے کے فرد تھے 'لور پور' کے 'راجا' توکل حسین کی کوٹھی تک اس گھرانے کی رسائی تھی۔ضمیر حسین کے بھائی طالب حسین ، راجا صاحب کے یہاں صوبہ دار کے عہدے پر فائز تھے۔ان کے ذمہ لگان اور دیگر محصولات کی وصولی کا کام تھا اچھی تنخواہ تھی سارا خاندان مزے کی زندگی گذار رہا تھا 'لور پور' میں 'بڑا گھر' کے نام سے یہ گھرانہ مشہور تھا کھیت کھلیان بھی تھے، آم کے باغ بھی تھے،غرض یہ کہ زندگی کی آسائشیں بہم تھیں گھر میں علم وادب اور مذہبیات کا ماحول بھی تھا لیکن دولت کی فراوانی سب کو راس نہیں آتی خاندان میں اختلافات نے جنم لینا شروع کر دیا زمین جائداد کا فیصلہ 'جس کی لاٹھی اس کی بھینس' کے قانون پر ہونے لگا۔ چونکہ ضمیر حسین سیدھی سادی طبیعت کے مالک تھے ان کے حصے میں ایک پھوٹی کوڑی بھی نہیں آئی۔آبائی گھر سے بھی نکلنا پڑا القصہ ضمیر حسین نے اپنی زوجہ کو ان کے بھائی کے ہمراہ کامٹی بھیج دیا جہاں ان کی سسرال کے افراد کچھ عرصہ قبل آباد ہوئے تھے اور پھر خود بھی ۱۹۲۳ء

میں اپنے بیٹے التجا حسین کے ساتھ کامٹی آ گئے ۔ کچھ روز 'رائے پور' میں بھی رہے، رائے پور میں خوجہ مسجد میں موذن تھے لیکن کچھ سال بعد کامٹی میں مستقل سکونت اختیار کرلی۔ روشؔ جعفری کے والد التجا حسین بھی شاعر تھے ان کا تخلص جوہرؔ تھا اور روشؔ کے دونوں چچا امداد علی امدادؔ اور رمضان علی شوقؔ بھی شاعری کیا کرتے تھے اس لئے گھر کا ماحول شعری ذوق پیدا کرنے کے لیے کافی تھا۔

لہٰذا روشؔ جعفری نے بچپن میں ہی شعر کہنا شروع کر دیا تھا ابتدا میں خواجہ عبارت حسین اور اپنے چچا امداد علی امدادؔ سے مشورۂ سخن کرتے تھے لیکن بہت جلد اپنی صلاحیتوں میں کمال پیدا کرلیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خواجہ صاحب اور امداد علی امدادؔ، روشؔ جعفری کو اپنا کلام دکھانے لگے۔ شاید اسی لیے غیورؔ جعفری انہیں 'استاد الاساتذہ' کہا کرتے تھے۔

روشؔ جعفری کا فکری رجحان اسلامیات سے عبارت ہے ان کی غزلیں اسلامی اصطلاحات سے مزین ہوتی ہیں، ید بیضا، دمِ عیسیٰ، سفینۂ نجات، کلیمی، عصائے موسوی، معجزہ، نیل، دجلہ، فرات، نینوا، پیاس، کوفہ و دمشق، حق و باطل جیسی اصطلاحیں ان کی شاعری کے استعارے اور کنائے ہیں۔

استاد روشؔ جعفری چونکہ انیسؔ و دبیرؔ سے بے حد متاثر رہے ہیں اس لیے ان کی شاعری میں زبان و بیان کی سحر آفرینی نمایاں ہے بات سے بات پیدا کرنا ذو معنیٰ شعر کہنا، سماج کے ٹھیکیداروں کو اپنے اشعار کا ہدف بنانا غرض کہ تمام شعری تقاضوں کو پورا کرتے ہیں۔ فن عروض میں بھی درک رکھتے ہیں مشکل بحروں میں اکثر غزلیں کہتے

ہیں ۔ تاریخ گوئی میں بھی مہارت حاصل ہے خاص خاص موقع پر تاریخی قطعات بھی کہتے ہیں اس کے علاوہ 'تریاق' ممبئی میں ان کی ایک حمد بقید بے الف بھی شائع ہوئی ہے جس سے ان کی خداداد شاعرانہ صلاحیتوں کا انداز بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ آج کل قرآن مجید کی کچھ مشہور سُورُوں کا منظوم ترجمہ کررہے ہیں۔ حمد و مناجات، نعت و منقبت، سلام و نوحے، غزل اور نظمیں تقریباً تمام اصناف سخن میں بھرپور طبع آزمائی کی ہے۔

۱۹۶۵ء سے قبل شاعری کا آغاز کرنے والے روشؔ جعفری اپنی صلاحیتوں کے وسیلے سے بہت جلد ملک بھر کے موقر رسائل و جرائد میں نظر آنے لگے نشر و اشاعت کے معاملے میں غفلت کا شکار نہیں ہوئے لیکن آج کل ان کی تخلیقات کم شائع ہورہی ہیں۔ آل انڈیا طرحی مشاعروں میں بارہا نمایاں طور پر کامیاب رہے ہیں۔

حضرت شاطرؔ حکیمی کے بعد کامٹی میں استاد مولوی روشؔ جعفری کی استادی کا ڈنکا بج رہا ہے۔ ماسٹر ہارون رشید عادلؔ، طالبؔ حسین پنجابی، دلدار حسین شفقؔ، سہیلؔ عالم، ماسٹر اظہرؔ حسین، خورشید عالمؔ، رضوانؔ رضوی، اخلاق حسین (پونہ)، ہاشم علی (دہلی)، عمرانؔ آصف، شمسؔ جعفری اور راقم الحروف آغا محمد باقر (نقی جعفری) وغیرہ استاد مولوی روشؔ جعفری کے قابل ذکر شاگردوں کے معروف نام ہیں۔

روشؔ جعفری کی شخصیت اور فن کے ذیل میں بہت زیادہ کام نہیں ہوا ہے صرف چند مضامین آکاش وانی ناگپور سے نشر ہوئے اور کچھ اردو ٹائمنر میں شائع ہوئے خاص طور پر قاضی رؤف انجم کا مضمون اہم ہے۔ علاقائی ناقدین کی بے توجہی کا عالم یہ ہے کہ اتنے عظیم شاعر کا ذکر تک 'کامٹی کی ادبی تاریخ' میں نہیں کیا گیا ہے۔

نمونۂ کلام

جاتے جاتے یہ مجھے موت کا تحفہ دے گی
زندگی اس کے سوااور بھلا کیا دے گی
تیز کر اپنا قدم راہ بنا خود اپنی
تو یہ مت سوچ کہ دنیا تجھے رستہ دے گی

غزل

مکان ہے تو یقیناً مکیں کوئی نہ کوئی ہے
تلاش کیجئے گوشہ نشیں کوئی نہ کوئی ہے
جہان فکر ہے روشن نگاہ پیاسی ہے پھر بھی
یقین ہے رگِ جاں کے قریں کوئی نہ کوئی ہے
اشارے پر ہوئی جس کے فضائے شہر مکدر
بغور دیکھئے پردہ نشیں کوئی نہ کوئی ہے
جھنجھوڑتا ہے جو اونچی عمارتوں کے بدن کو
چھپا ضرور یہ زیر زمیں کوئی نہ کوئی ہے
نظر نہ آئے کسی کو یہ بات اور ہے لیکن
صدا یہ آتی ہے دل سے نہیں کوئی نہ کوئی ہے
روش ہزار ہو انکار کم نگاہوں کو اِس سے
ہر اہل عقل کہے گا نہیں کوئی نہ کوئی ہے

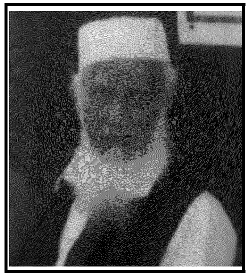

ڈاکٹر عبدالرحیم نشتر

نام: عبدالرحیم[1]   تخلص: نشتر

ولدیت: عبدالغنی

ولادت: ۲۶/فروری ۱۹۴۷ء

تعلیم: ایم۔اے(اردو)، بی۔ایڈ، پی ایچ۔ڈی   سکونت: ناگپور

ڈاکٹر عبدالرحیم نشتر کی ذات مجاہدادب کا خطاب پانے کی حقدار ہے کامٹی کے کارزارِ سخن کا یہ جری اور بے باک سپاہی آج برصغیر کے ہندوپاک کے تقریباً تمام ادبی حلقوں میں بحیثیت ادیب وشاعر معروف ہے۔

اُس عمر میں (لڑکپن) جب انسان کی دلچسپیاں غیر سنجیدہ ہوتی ہیں یہ شخص پوری سنجیدگی کے ساتھ میدان سخن میں وارد ہوا، اقبال اشہرؔ اور غیورؔ جعفری جیسے مخلص دوست اسے نصیب ہوئے۔شاعری نشترؔ کے خمیر میں تھی غیورؔ اور اشہرؔ کا ساتھ سونے پر سہاگہ ثابت ہوا دیکھتے ہی دیکھتے نشتر ادبی رسائل وجرائد میں کثرت سے شائع ہونے لگا پھر ڈاکٹر مدحتؔ الاختر اور شاہدؔ کبیر نے اسے اپنے حلقۂ احباب میں شامل کرلیا۔ ہندو پاک کے جدید لب ولہجے کے شعرا کا انتخاب ’’چاروں اور‘‘ نشتر کی محنتوں سے شائع ہوا۔ حالانکہ ’’چاروں اور‘‘ کی اشاعت کی تیاری ناگپور کے مشہور شاعر محترم ظفر کلیم وغیرہ کی مرہون کرم تھی لیکن جب ظفرؔ صاحب نے نشترؔ کے ساتھیوں کی چھپی خواہش یعنی نام ونمود کی للک کو دیکھا تو ’’چاروں اور‘‘ سے خود کو علاحدہ کرلیا۔ ’’چاروں اور‘‘ کی اشاعت کے بعد مدحتؔ، کبیرؔ اور نشترؔ کا مثلث ہندوستان کے جدیدیوں میں شمار ہونے لگا۔

۱۔ ودربھ میں جدید اردو شاعری: ایک مطالعہ مطبوعہ: ۲۰۱۲ء مرتب: ڈاکٹر اظہر حیات

غیور جعفری کے بعد اگر کامٹی میں کوئی مظلوم ومحکوم شاعر ہوا ہے تو وہ نشتر ہے۔

اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونے کے بعد برسوں بے روزگاری کا شکار رہا حالانکہ اگر کامٹی کے دوست احباب کوشش کرتے تو ممکن تھا اس زمانے میں ناگپور یا آس پاس کے کسی تعلیمی ادارے میں ملازمت مل جاتی لیکن نشتر کی ذہانت کا یہ المیہ رہا کہ شعروسخن کے لحاظ سے بنجر علاقے کوکن میں ایک طویل جدوجہد کے بعد ملازمت حاصل ہوئی اور یہ شخص کامٹی سے ہجرت پر مجبور ہوا لیکن نشتر نے اپنی ادبی صلاحیتوں کو زنگ آلود ہونے سے ہمیشہ محفوظ رکھا یہی سبب ہے کہ آج بھی نشتر کا نام جدید نظریہ شاعری کی نمائندگی کر رہا ہے۔

نمونۂ کلام

ہوا کے ہاتھ میں پتھر دبا کر بھیج دیتا ہے
مرا انعام وہ مجھ کو برابر بھیج دیتا ہے

نظر آتا ہے میرا ہاتھ ہر تخریب میں اس کو
کوئی تہمت کہیں اٹھے، مرے سر بھیج دیتا ہے

مجھے بھی اب کسی تعمیر کا سودا نہیں ہوتا
اسے بھی ضد ہے بربادی کے منظر بھیج دیتا ہے

کھلونوں سے بہل جاتا ہوں یہ معلوم ہے اس کو
تبھی تو وہ نئی افتاد اکثر بھیج دیتا ہے

غزل

ہم سے تھیں رونقیں ، بزم آرائیاں
اب سجاتے رہو اپنی تنہائیاں

کوئی خوشبو نہیں کوئی نغمہ نہیں
روز چلنے کو چلتی ہیں پروائیاں

میری جاں میں تجھے کس طرح جانتا
اس قدر وسعتیں اتنی گہرائیاں

دیکھ لیجے کہیں آپ ہی تو نہیں
میری آنکھوں میں ہیں چند پرچھائیاں

کیسا افسوس ماتم ہو کس بات کا
پھر وہی بستیاں اور پسپائیاں

حیثیت کیا ہے تہذیب و اقدار کی
کورے کاغذ پہ ہیں خامہ فرسائیاں

نمونۂ کلام 'ودربھ میں جدید شاعری ایک مطالعہ' کے شکریے کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔

اشفاق نجمی

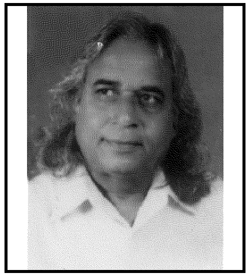

نام: اشفاق حسین

مشفق و مربی: حضرت اولاد حسین اطہر

ولادت: ۱۹۴۳ء

پتہ: درگاہِ مولا علی روڈ حسین آباد کامٹی

۹۹ فیصد رثائی ادب سے وابستگی، ایک فیصد میں جملہ ادبی اصناف کی رنگا رنگی سالک اور ماہر جیسے اساتذہ سے روحانی لگاؤ، نجم اور محسن نقوی کی طرح کربلا اول و آخر پڑاؤ، جس کی شاعری دشت نینوا کی خوں آشام تاریخ سے عبارت ہے اور جو مرحوم ثقلین حیدر کی طرح مشاعروں کی کامیابی کی ضمانت ہے، دنیائے مدحتِ آلِ اطہار میں اسے اشفاق نجمی کے نام سے جانا جاتا ہے اور اس کی فنکاری کا لوہا مانا جاتا ہے۔

ہر چند کامٹی کی عزاداری سے پتہ چلتا ہے کہ یہاں ۱۸۶۰ء سے قبل رثائی شاعری کا آغاز ہو چکا تھا لیکن نوحے اور سلام کی دنیا میں سب سے پہلا نام جو معروف ہوا وہ مرحوم اولاد حسین اطہر (ف: ۱۹۹۶ء) کا اسم گرامی ہے۔ اولاد حسین اطہر کے مسدس کافی مقبول ہوئے اشفاق نجمی انہی اولاد حسین اطہر کے جانشین ہیں اولاد حسین اطہر کی طرح حسّان و فرزدق کے میدان کو اپنایا اور مدح اہل بیتؑ کو مشغلہ نہیں فریضہ جان کر نوحے، سلام، قطعات اور نعت و منقبت کا ایک انبار لگا دیا۔ سلام ان کی محبوب صنف سخن ہے اب تک غالباً اشفاق نجمی کی چار کتابیں شائع ہو چکی ہیں اور شہر کامٹی میں خبر گرم ہے کہ ابھی متعدد مجموعۂ کلام زیر اشاعت ہیں اس سے نجمی صاحب کی زود گوئی

کا بھی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کچھ غزلیں بھی کہی ہیں۔ ستمبر ۲۰۱۱ء میں ماہنامہ ''شاعر'' نے اشفاق نجمی نمبر شائع کیا تھا جس میں ہندوستان کے مشاہیر اہل قلم نے اشفاق نجمی کی شخصیت اور فن کا اعتراف کیا ہے۔

('کامٹی کی ادبی تاریخ' کے مورخ نے جس طرح استاد مولوی روشن جعفری کربلائی کے ساتھ نظر انداز کرنے والا رویہ روا رکھا بالکل اسی طرح اشفاق نجمی جیسے گراں قدر شاعر کے ساتھ بھی بے توجہی برتی گئی ہے۔)

نمونۂ کلام

کچھ اور فکر کی پرواز کو زیادہ کر
جناب میؔر کے شعروں سے استفادہ کر
دل و نگاہ کی رنگینیاں عذاب
دل و نگاہ کی رنگینیوں کو سادہ کر
یقیں کے ساتھ اگر جنگ جیتنی ہے تجھے
بھروسہ ہاتھ پہ تلوار سے زیادہ کر
جدید دور میں تزئین شہر سے پہلے
دیارِ ذہن کی تزئین کا ارادہ کر
یہ تفرقوں کے کنارے ہی ہم کو کیا کم ہیں
خلیج دل کو نہ اب اور بھی زیادہ کر
جہاں کا رنگ دو بالا دکھائی دے گا تجھے

نظر کے دائرہ تنگ کو کشادہ کر
اگر امام جماعت میں نقص ظاہر ہو
تو پھر نماز کی نیت کو تو فرادیٰ کر
بہت حسین ہے اجمیر کا سفر نجمی
وفا کی دھوپ میں کر اور پاپیادہ کر

غزل

کوئی چھپا ہوا مجرم دکھائی دیتا ہے
جو بات بات میں اپنی صفائی دیتا ہے
وہ اپنی ماں کی نظر میں نہ کیوں ہو شہزادہ
بڑے پسینے کی لاکر کمائی دیتا ہے
وہ زخم کیا کوئی قاتل مزاج بھی دے گا
جو ایک بھائی کے سینے کو بھائی دیتا ہے
کرم یہ کیسا ہے، صیاد کا پرندوں پر
پروں میں آگ لگا کر رہائی دیتا ہے
یہ وقت سب سے بڑا دوست بھی ہے دشمن بھی
قریب کرکے دلوں کو جدائی دیتا ہے
رہے نہ پیاس کا شکوہ کسی کے ہونٹوں پر
وہ چھین کر بھی عدو کو ترائی دیتا ہے

تری صدا تو بڑی چیز تھی مرے محسنؔ☆
ترا سکوت بھی مجھ کو سنائی دیتا ہے
☆(نذرشہید محسن نقوی، پاکستان)

وکیل انجم

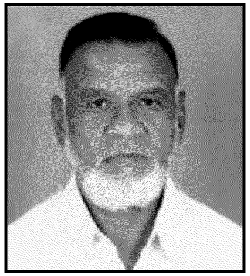

نام: وکیل احمد انجم
تخلص: انجم
ولدیت: عباداللہ عبدالرحمٰن
تاریخ پیدائش: ۱۵؍جون ۱۹۴۵ء
پتہ: اسماعیل پورہ کامٹی   تعلیم: میٹرک پاس فرسٹ ڈویزن
ذریعہ معاش: ویسٹرن کول فیلڈ کی ملازمت سے ریٹائرڈ

مرحوم نیاز انجم اور خلیل انجم (مرحوم) کے چھوٹے بھائی جناب وکیل انجم صاحب ایک ایسے شاعر ہیں جن کی شاعری ان کی شخصیت کی طرح بالکل سادہ اور صاف ستھری ہے۔ روایتی طرز سخن سے آج بھی رشتہ استوار ہے بے راہ روی اور جمالیات کے نام پر جنسیات کا شائبہ تک ان کی غزلوں میں نظر نہیں آتا۔

وکیل انجم ادب اسلامی کی تحریک سے نظریاتی طور پر وابستہ ہیں اس لیے صالح فکر کی کارفرمائی ان کے یہاں نمایاں ہے مشاعروں میں اپنی مترنم آواز میں شعر سناتے ہیں اور ایک سماں باندھ دیتے ہیں ۷۰ سال کی عمر میں بھی ان کے گلے میں سحر آفرینی موجود ہے۔ اخبار و رسائل میں کم شائع ہوتے ہیں حالانکہ ان کی غزلیں موقر

رسائل وجرائد کے معیار کے تقاضوں کو پورا کرتی ہیں۔

نمونۂ کلام

غزل

کیا اٹھائے سر کوئی ان کے آستانے سے
روح کو ملی راحت بار غم اٹھانے سے

ایک ایک تنکے سے آگ سی برستی ہے
بجلیاں نہ گذریں ہوں میرے آشیانے سے

دل میں کر گئی ہے گھر یادِ ناوک مژگاں
کس قدر تعلق ہے تیر کا نشانے سے

لاکھ کیجئے تدبیر جان بچ نہیں سکتی
موت آہی جاتی ہے اک نہ اک بہانے سے

کس پہ کیا گذرتی ہے کون کیسے جیتا ہے
بدگماں نہ تم ہو نا میرے مسکرانے سے

حسن وعشق میں برسوں سلسلہ رہا قائم
ختم ہوگیا قصہ دل کے ٹوٹ جانے سے

جس کو دیکھئے انجمؔ آشنا ہے مطلب کا
اٹھ گئی وفا شاید آج کل زمانے سے

منظور الحق انصاری

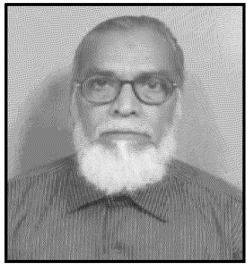

نام: منظور الحق انصاری

ولدیت: محمد حنیف انصاری

تاریخ پیدائش: ۱۶رنومبر ۱۹۴۷ء

پتہ: نیوایرکھیڑا، پوسٹ کامٹی

پیشہ: سابق ملازم نگر پریشد کامٹی

منظور الحق انصاری المتخلص بہ شاکرؔ چونکہ اسلامی افکار وخیالات کے حامل ہیں اور مولانا مودودی کے معتقد بھی ہیں اس لیے ان کی شاعری بھی اسلامیات سے عبارت ہے غزلیں کثرت سے کہتے ہیں ۔کلیمی، براہیمی، مسیحائی، کبریائی، عصا، ید بیضا، جبرائیل، قرآن، ان کی خاص لفظیات ہیں۔غزلوں کے علاوہ منقبت اور سلام بھی منظور شاکرؔ نے کہے ہیں جو حسین آباد کی محفلوں میں بالخصوص پسند کئے گئے ڈاکٹر پیامؔ اعظمی جیسا رثائی ادب کا عظیم شاعر منظور شاکرؔ کا کلام سن کر ان کے گھر تک گیا۔ایک نظم انہوں نے جدید اسلوب میں بھی کہی ہے۔نظم کا عنوان ہے' کتے کا کفن' ان کی اکثر غزلوں میں جدید طرز سخن کی کارفرمائی نظر آتی ہے لیکن نظریاتی طور پر یا مضامین کے معاملے میں وہ جدیدیوں سے بالکل مختلف ہیں ان کے یہاں خیالات کی پاکیزگی بدرجۂ اتم موجود رہتی ہے۔منظور الحق شاکرؔ نے نظم کے علاوہ نثر میں بھی کمال دکھایا بلکہ نثر ان کا خاص میدان ہے ان کی نثر نگاری کی عمر آج تقریباً ۴۵ برسوں سے زائد ہوچکی ہے ان ۴۵ برسوں میں کوئی سال ایسا نہیں گذرا کہ ان کا قلم یکسر خاموش رہا ہو۔

۱۹۶۵ء کے قریب پاس منظور الحق انصاری کی نثر نگاری کا آغاز ہوا شروع

شروع میں 'مراسلے' تحریر کرتے رہے جو موقر اخبارات و رسائل میں بہ اہتمام شائع ہوئے آگے چل کر مذہب و سیاست کے پس منظر میں تنقیدی مضامین بھی لکھنے لگے تاریخ، فلسفہ، طب، ادب، سماجیات اور مذہبیات کا بھرپور مطالعہ ہونے کی وجہ سے ان کے مضامین کی نوعیت منفرد ہوتی ہے۔ آج کل ہفتہ روزہ 'محاذ' مالیگاؤں میں مستقل ایک 'کالم' لکھ رہے ہیں، ماہنامہ 'اللہ کی پکار' میں بھی اکثر ان کی تحریریں نظر آتی ہیں۔ بیباک اور بے لاگ پن منظور الحق انصاری کی نثر نگاری کا خاص جوہر ہے۔ اپنی جرأت اور صحیح ہدف کو جا لینے والی نثر نگاری کے انعام و اعزاز کے طور پر قید و بند کی صعوبت سے بھی دوچار ہوئے ہیں جون ۱۹۷۵ء سے فروری ۱۹۷۶ء تک 'میسا ایکٹ' کے تحت مولانا سراج الدین کے ہمراہ ناگپور سینٹرل جیل میں قید رہے۔

منظور الحق انصاری کی نثر نگاری کے تعلق سے اس کتاب کے پچھلے صفحات پر کافی کچھ عرض کیا جا چکا ہے۔ یہاں ہم بغرض تعارف ان کی صحافتی خدمات کو سرسری طور پر بیان کرنے پر اکتفا کریں گے۔

منظور الحق انصاری جنھیں کامٹی کے اہل علم میں مولانا منظور کہہ کر مخاطب کیا جاتا ہے ان کی صحافتی خدمات کامٹی کے مرحوم ظہیر افروز کے اخبار 'تاج' کو بھی حاصل رہی ہے ۳؍ جولائی ۱۹۷۲ء میں منظور الحق انصاری نے مذکورہ اخبار کی ادارت کی ذمہ داری بہ خوبی ادا کی بقول استاد روش جعفری، منظور الحق انصاری بالراست اخبار 'تاج' کی پلیٹ پر خبریں اور مضامین تحریر کرتے تھے جس سے ان کی علمی صلاحیتوں کے علاوہ فن خطاطی کی مہارت کا بھی اندازہ ہوتا ہے، اخبار 'لہوترنگ' کامٹی کے اردو صفحے کی بھی

ترتیب و تزئین کی ذمہ داری مولانا کے سر رہی ہے۔ مولانا کا خالص ادبی نوعیت کا مضمون ناگپور آکاش وانی سے نشر ہوا ہے مختصر یہ کہ منظور الحق انصاری کا نام 'کامٹی کے ادبی منظر نامے' پر جلی حروف میں لکھے جانے کے قابل ہے۔

بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ منظور الحق انصاری جیسے صالح فکر رکھنے والے شاعر اور بے باک نثر نگار کا ذکر برائے نام بھی 'کامٹی کی ادبی تاریخ' اور کامٹی کی شعری روایت میں نہیں کیا گیا ہے۔

'کامٹی کی ادبی تاریخ' اور شعری روایت کے مصنفین کامٹی کی ادبی تاریخ کا کس قدر ادراک رکھتے ہیں یہ ان کے مذکورہ رویے سے ظاہر ہے۔

حق فیاضی

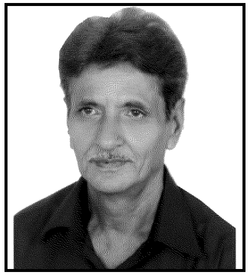

نام: اسرار الحق

قلمی نام: حق فیاضی

ولدیت: فیاض الحق

تاریخ پیدائش: ۱۲؍ اکتوبر ۱۹۵۰ء

اشاعت: روزنامہ انقلاب ممبئی، روزنامہ اردو ٹائمز ممبئی وغیرہ

آج کل کامٹی میں شعری لوازمات کا احسن استعمال کرنے والے شعرا میں حقؔ فیاضی کا بھی شمار ہوتا ہے حقؔ فیاضی کی شاعری نفاست مضامین کے لحاظ سے چونکانے والی ہے سنبھل سنبھل کر شعر کہتے ہیں، ٹھونک بجا کر لفظوں کا انتخاب کرتے ہیں زبان و بیان، سلاست و روانی، عصری حسیت، جذبات کی آنچ، عروضی قیود کی

پابندی، غرض کہ فن شاعری کے تمام رموز و نکات حق فیاضی کے اشعار میں نظر آتے ہیں۔ نظریاتی طور پر وہ نہ تو جدت پسندی سے متاثر ہیں اور نہ ہی ترقی پسندی اور روایت کے اسیران کی غزلوں کا رنگ منفرد ہے۔ حق فیاضی کا ایک مجموعہ کلام ستمبر ۲۰۱۵ء میں 'احساس برتری' کے نام سے شائع ہوا ہے۔

ناگپور اور کامٹی کے چند نو مشق شعرا حق فیاضی کے آگے زانوئے تلمذ تہ کئے ہوئے ہیں۔

(۱۹۷۰ء کے آس پاس شاعری کا آغاز کرنے والا یہ باصلاحیت اور معتبر شاعر بھی روش جعفری، منظور الحق شاکر وغیرہ کی طرح 'کامٹی کی ادبی تاریخ' میں نظر نہیں آتا۔ حیرت ہے!)

نمونۂ کلام

تمھارا فیصلہ اچھا نہ منصفانہ ہے
امیر شہر سے ملنا بھی سر جھکانا ہے
غلو کا آب صداقت سے منہ دھلانا ہے
جدید فکر کو ابہام سے بچانا ہے
تمھارے حق میں ہمیں فیصلہ سنانا ہے
عدد بڑھایئے مہنگائی کا زمانہ ہے
ہوا کی ضرب سے مصنوعی شہرتوں کے دیئے
بھڑک بھی سکتے ہیں دامن ہمیں بچانا ہے

قیصر واحدی

نام: محمد اقبال قیصر انصاری

ولدیت: محمد عبدالحفیظ انصاری

پتہ: بنکر کالونی

سن ولادت: ۲۹؍اکتوبر ۱۹۴۹ء   تعلیم: ایم۔اے

جدید رنگ و آہنگ میں شاعری کرنے والے قیصر واحدی کی غزلیں ۳۵۔۴۰ برسوں سے متواتر اخبار و رسائل میں شائع ہو رہی ہیں۔ ان کے یہاں عصری حسیت کی جلوہ سامانیاں زیادہ ہیں۔ سلگتے ہوئے مسائل پر بڑی عمدہ چوٹ کرتے ہیں۔ شاعری کے ساتھ ساتھ نثر نگاری میں بھی مہارت حاصل ہے۔

۱۹۶۴ء سے نثر نگاری کا آغاز کرنے والے قیصر واحدی ابتداء میں افسانے لکھتے رہے بعد ازاں منی کہانیاں اور تنقیدی مضامین بھی تحریر کرنے لگے۔ ۱۹۷۱ء میں 'شبستان' دہلی میں قیصر واحدی کا ایک مضمون بعنوان 'مصر کے اہرام' شائع ہوا تب سے آج تک اشاعت کا سلسلہ بالشان جاری ہے ماہنامہ 'دوام' ٹانڈا (یو۔پی) میں ایک مضمون شائع ہوا جس کا عنوان تھا '' اردو شعر و ادب میں اسلامی اصطلاحیں'' اس مضمون کی ادبی حلقوں میں خاطر خواہ پذیرائی بھی ہوئی۔

'انقلاب' ممبئی، 'اخبار عالم' ممبئی، 'معیار قوم' دھولیہ، 'شہریار' مالیگاؤں میں ان کی تخلیقات کثرت سے شائع ہوئیں۔ ارژنگِ ادب، دھولیہ نے ۲۰۰۱ء میں قیصر واحدی نمبر شائع کیا۔

(قیصر کا ذکر 'کامٹی کی ادبی تاریخ' میں سرسری طور پر موجود ہے۔)

ظہیر الحسن حیدری

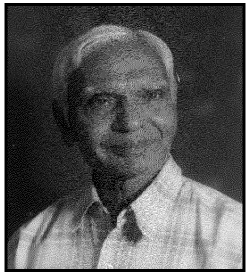

نام: ظہیر الحسن حیدری

ولدیت: الطاف حسین

ولادت: ۱۲ر مئی ۱۹۴۷ء

پتہ: حسین آباد کامٹی

'کامٹی کی ادبی تاریخ' کے مطابق ظہیر حیدری کو شعر و شاعری کا شوق بچپن سے دامن گیر ہے۔ ظہیر حیدری ایک سیدھے سادے مذہبی گھرانے کے متحرک فرد ہیں ان کے گھرانے میں نوحہ خوانی کا رواج کافی قدیم ہے۔ ڈاکٹر یاؔور رائپوری کے سلام اور نوحے ظہیؔر حیدری کے برادران بالخصوص اقبال حسین اور ان کے ہمنوا محرم کے دنوں میں خاص اہتمام سے جلوس عزا اور مجلسوں میں پڑھتے رہے ہیں۔ غرض یہ کہ ظہیؔر حیدری کے گھرانے میں شعر و سخن کا ایک ماحول رہا ہے۔ اس لیے ڈاکٹر شرف الدین ساحل کا یہ کہنا کہ 'ظہیر حیدری کو شعر و شاعری کا شوق بچپن سے دامن گیر ہے' درست معلوم ہوتا ہے۔ (کامٹی کی ادبی تاریخ مطبوعہ ۱۹۸۲ء)

ظہیر حیدری ایک ملنسار، خوش مزاج، خوش گفتار شخص ہیں۔ دوسروں کے دکھ اور تکالیف سے متاثر ہو کر بے چین ہو جاتے ہیں۔

کسی زمانے میں مشاعروں کی دنیا میں بھی سرگرم رہے ہیں لیکن آج کل کبھی کسی محفل میں پڑھ دیا تو پڑھ دیا ورنہ بحیثیت سامع ہی شروع سے آخر تک موجود رہتے ہیں۔ نشر و اشاعت کے معاملے میں بھی ۲۰۔۲۵ سال پہلے تک فعال تھے لیکن آج کل

چھپنے چھپانے کی رفتار بہت دھیمی ہے۔

نمونۂ کلام

محبوب خدا شافع محشر ہیں محمدؐ
کب پیکر خاکی کے برابر ہیں محمدؐ
گلکاریٔ نقاشِ ازل حسن دو عالم
سائے سے بری نور کا پیکر ہیں محمدؐ

☆

اسی کے جسم کی خوشبو ہے میری غزلوں میں
وہ جس نے پیار سے دیکھا نہ ایک بار مجھے
ہوا کا جھونکا تھا آہٹ تھی یا کوئی آواز
نہ جانے کون گیا کر کے بیقرار مجھے

☆

وہ غموں کے سورج سے آنکھ کیا ملائیں گے
گیسوؤں کے سایے میں جن کے پاؤں جلتے ہیں
رنگ ان کے چہرے کا اور بھی نکھر جائے
وہ اسی ارادے سے آئینہ بدلتے ہیں

☆

پھونک دے گا قصر استبداد سوزِ انقلاب — بجھ گئے شعلے اگر چنگاریاں رہ جائیں گی
غم کے سایے ہیں فقط بیداریٔ احساس تک — چاند جب ابھرا تو کیا تاریکیاں رہ جائیں گی

عارف جمالی

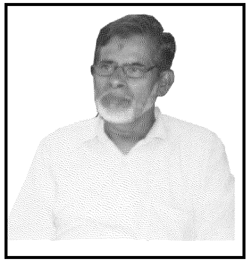

نام: عبدالباری

ولدیت: عبدالحفیظ

ولادت: ۱؍جنوری ۱۹۵۳ء

پتہ: بنکر کالونی کامٹی

مشورۂ سخن: حضرت شاطرؔ حکیمی

۱۹۶۸ء میں عارفؔ جمالی کی شاعری کے سفر کا آغاز ہوا جب تک شاطرؔ حکیمی حیات رہے عارف جمالی کے استاد رہے۔ شاطرؔ حکیمی کے انتقال کے بعد عارفؔ جمالی نے اپنی صلاحیتوں پر اعتماد کیا اور اپنے کلام کی نوک پلک خود ہی ٹھیک کرنے لگے اور فن شاعری میں اتنی دسترس حاصل کر لی کہ آج ان کا کلام زبان و بیان کے عیوب سے پوری طرح پاک رہتا ہے اور دیگر فنی محاسن بھی عارفؔ جمالی کی شاعری میں نظر آتے ہیں ان کے یہاں بھی اردو کے دوسرے شعرا کی طرح زمانے کی بیدادگری کا شکوہ ہے لیکن 'واویلا' نہیں ہے۔ شاعری کا تیور کہیں کہیں احتجاجی رویے سے ہمکنار ہو جاتا ہے لیکن ہنگامہ آرائی یا سطحی جذباتیت سے اجتناب بہرحال رہتا ہے القصہ ان کی شاعری میں غم ہے فغاں نہیں ہے آگ ہے دھواں نہیں ہے۔

عارفؔ جمالی اردو کے ساتھ ساتھ ہندی لفظیات کا بھی بھر پور استعمال کرتے ہیں اس لیے ان کی شاعری میں کامٹی کے دیگر شعرا کی بہ نسبت انفرادیت دکھائی دیتی ہے۔ مشاعروں میں ترنم سے غزلیں سناتے ہیں، ترنم عمدہ ہے۔ ہندی

کوی سمیلنوں میں بھی شرکت کرتے ہیں۔ کامٹی سے باہر بھی بحیثیت شاعر مدعو کیے جاتے ہیں۔ نشر و اشاعت کے میدان میں بھی متحرک رہتے ہیں ان کی تخلیقات اردو کے علاوہ ہندی اخبارات میں بھی کثرت سے شائع ہوتی رہتی ہیں۔

نمونۂ کلام

چہرے بدل گئے ہیں کہ میں ہی بدل گیا
اپنے ہی شہر میں نہ ملا آشنا مجھے

میری خاطر کسی معصوم کے لب ہلتے ہیں
کون کرتا ہے دعا، اہل ہوس کیا جانیں

جب لڑیں گے اہل دانش اپنی اپنی آن پر
تب خرد کو راستہ دکھلائے گا میرا جنوں

ہر چند نہ راس آئیں اپنوں کی ملاقاتیں
تم دور نہ ہونے دو چہرے سے بشاشت بھی

کھل گئے جتنے رموز کائنات
اتنی الجھن میں پڑی انساں کی ذات

میں راہ وفا کا ادنیٰ سا مسافر ہوں
مجھ کو نہ تھکا پائی صدیوں کی مسافت بھی

مشکوک ہو رہی ہے مری شخصیت عبث
میری نظر سے کاش کوئی دیکھتا مجھے

تہذیب جعفری

نام: تہذیب الحسن

قلمی نام: تہذیب جعفری

ولادت: ۱۹۴۹ء

ولدیت: امداد علی (مؤذن صاحب)

پتہ: سیدانی نگر　　　شاعری کا آغاز: ۱۹۶۸ء کے قریب پاس

مشورۂ سخن: استاد مولوی روشؔ جعفری کربلائی

غزلیہ شاعری سے ابتدا کرنے والے تہذیبؔ جعفری، حمد، نعت، سلام و منقبت غرض کہ تمام مقبول اصناف سخن میں طبع آزمائی کررہے ہیں۔ شاعری کے فن سے اچھی طرح واقف ہیں، زبان وبیان کی سِرّیت (راز و نیاز) سے بھی آگاہ ہیں۔ کم لفظوں میں بڑی بات کہنے کا ہنر جانتے ہیں اس لیے ان کی شاعری دل کو ٹچ کرتی ہے۔ مزاج میں مشکل پسندی رچ بس گئی ہے، سیدھی سادی زمین کو بھی دشوار اور سنگلاخ بنا دیتے ہیں۔ اسی لیے طرحی نشستوں میں ان کے اشعار دیگر شعرا سے شاذ و نادر ہی ٹکراتے ہیں۔

لڑکپن کی عمر سے جفاکشی کی زندگی گذارنے والے تہذیب جعفری آج ۶۵ سال کی عمر میں بھی محنت کی کھاتے ہیں۔ نہ کبھی سرکاری اداروں کے انعامات کی لالچ میں گرفتار ہوئے اور نہ مشاعروں کی الٹی سیدھی واہ واہی کا شکار ہوئے۔ نام ونمود اور شہرت کی خواہشات سے اپنے نفس کو ہمیشہ محفوظ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اشفاق احمد قریشی

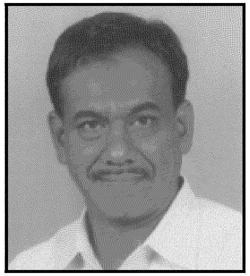

نام: اشفاق احمد قریشی

ولدیت: محمد ابراہیم قریشی

ولادت: ۱۵ر فروری ۱۹۶۲ء

پتہ: قریش نگر بھاجی منڈی کامٹی

شاعری کی ابتدا: ۱۹۸۵ء کے قریب پاس

مشورۂ سخن: غیورؔ جعفری

'بے صدا فریاد' کے شاعر مرحوم اقبال اشہرؔ جن سے یہ کتاب 'کامٹی کا ادبی منظر نامہ' منسوب ہے، اشفاق احمد قریشی ان کے چھوٹے بھائی ہیں۔ طالب علمی کے زمانے سے ہی انہیں شعر وسخن کا چسکہ لگ چکا تھا لیکن برسوں اپنے اندر کے فنکار کو چھپائے رہے۔ ۱۹۸۰ء کے بعد کامٹی کے ادبی منظر نامے پر جونئی اور تازہ دم شعرا کی نسل نمودار ہوئی اشفاق احمد قریشی ان میں اپنی انفرادی شناخت قائم کرنے میں سب سے زیادہ کامیاب ہوئے اور بہت جلد غیورؔ جعفری اور استاد مولوی روشؔ جعفری جیسے مشّاق شعرا کے حلقے میں اپنی جگہ بنالی۔ اقبال اشہرؔ کے انتقال کے بعد باقاعدہ مشاعروں کے اسٹیج پر بھی نظر آنے لگے۔ کامٹی کے 'انڈوپاک مشاعرے' میں شہر کی نمائندگی کا شرف بھی انہیں حاصل ہوا ہے۔

اپنی شاعری کے ابتدائی دنوں میں غیورؔ جعفری سے مشورۂ سخن کرتے تھے لیکن مزاج اور طبیعت نے بہت جلد استادی اور شاگردی کے چکر سے نکال دیا۔ اردو

شاعری کے تینوں ادوار کے مشاہیر شعرا و ادبا کا باریک بینی سے مطالعہ اشفاق احمد کے لیے بہت سود مند ثابت ہوا۔ جدید اسلوب میں شعر کہتے ہیں لیکن روایتی عناصر سے لاتعلق بھی نہیں ہیں ان کی شاعری کا لہجہ سنجیدگی اور متانت سے مزین رہتا ہے، اس کی ایک وجہ تو ان کی تصوف سے دلی وابستگی بھی ہوسکتی ہے۔ ان کی غزلوں میں اکثر صوفیانہ افکار و خیالات کے حامل اشعار بھی دکھائی دیتے ہیں۔

نشر و اشاعت کی رفتار کافی سست ہے۔ اس کا بنیادی سبب روزگار کی مصروفیت ہوسکتی ہے یا پھر اپنے صوفیانہ مزاج کے زیر اثر نام و نمود اور شہرت کی للک سے خود کو دانستہ محفوظ رکھتے ہوں بہر حال وجہ چاہے کچھ بھی ہو اشفاق احمد قریشی جیسے ہونہار شاعر کا کامٹی کے باہر گمنام رہ جانا ٹھیک نہیں ہے۔

نصرت ولیؔ

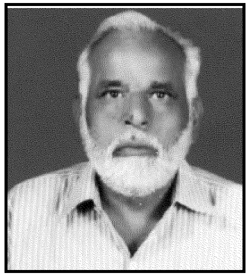

نام: نصرت علی　　تخلص: ولیؔ

ولدیت: دلدار حسین

پتہ: مولانا آزاد نگر، نیو کامٹی

مشورۂ سخن: مرحوم امداد علی امدادؔ

طنز کے تیر اور مزاح کے پھول برسانے والے شعرا میں نصرت ولیؔ کا کامٹی میں کوئی ثانی نہیں ہے۔ مرحوم امداد علی امدادؔ کے شاگرد نصرت ولیؔ کل ہند سطح کے مشاعروں کو اپنی شاعری کے ذریعے لالہ زار کرنے کا ہنر جانتے ہیں۔ اگر ولیؔ صاحب اسٹیج پر موجود ہوں تو سامعین خود بخود کھنچے چلے آتے ہیں۔

بڑے بڑے ہندی کوی سمیلن اور آل انڈیا مشاعروں کے علاوہ نعت و منقبت اور قصائد کی محفلو میں بھی نصرت ولیؔ کا سکہ چلتا ہے سامعین مشاعرہ ولیؔ کی مائک پر تشریف آوری کا بے صبری سے انتظار کرتے ہیں میں بذات خود متعدد مشاعروں اور محفلوں میں نصرت ولیؔ کے ساتھ بحیثیت شاعر شریک رہا ہوں اور میرا مشاہدہ رہا ہے کہ جس شعری تقریب میں نصرت ولیؔ شریک ہوں وہ بہر حال عوامی لحاظ سے کامیابی سے ہمکنار ہوتی ہے۔

تحت اللفظ سبحان اللہ تو ترنم ماشاء اللہ ہے۔

جمال احمد جمال

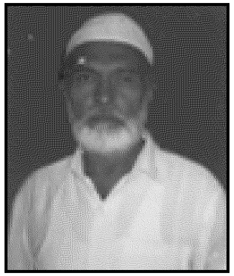

نام: جمال احمد　　تخلص: جمالؔ

ولدیت: شمس الزماں　　ولادت: ۱۹۵۷ء

پتہ: اسماعیل پورہ کامٹی

مشورۂ سخن: شاطرؔ حکیمی، شمسؔ کامٹوی، خلشؔ قادری

شاعری کی ابتداء: ۱۹۷۷ء کے قریب

شعر و سخن کی محفلوں سے لاپرواہ، شعرا و ادبا کی گروپ بازی سے لاتعلق اپنی دو وقت کی حق حلال کی روٹی کی جگاڑ میں رہنے والے جمال احمد جمال آج کامٹی کے ان شعرا میں شمار ہوتے ہیں جنھیں ہم غنیمت کہہ سکتے ہیں۔

جمال احمد جمال فن شاعری کے رموز و نکات سے پوری طرح بہرہ مند ہیں ان کے یہاں جدت کی کارفرمائی نمایاں رہتی ہے لیکن نظریاتی طور پر شاعری اصلاحی

مزاج کی حامل ہے۔غزل،نظم،نعت ومنقبت غرض کہ تمام مقبول عام اصناف سخن میں طبع آزمائی کرتے ہیں ۔اگر جمال احمد جمال شاعری کی جانب پوری طرح متوجہ ہوجائیں تو ممکن ہے کامٹی کے شعری خزانے میں عمدہ اضافے کا باعث ہوں۔

نمونۂ کلام

نظم

اردو کے اب ایسے زائد رہبر ہیں
اردو دنیا کے رستے کا پتھر ہیں
اردو کی روزی روٹی کھاتے ہیں
اور اذیت اردو کو پہنچاتے ہیں
مانگے کے اخبار رسالے پڑھتے ہیں
اردو پر یہ خرچ کہاں کچھ کرتے ہیں
اردو چہرہ ان کا ناک ہے انگریزی
زیب تن ان کے پوشاک ہے انگریزی
ان کے بچے ہیں انگلش اسکولوں میں
اور یہ جھولا جھولیں اردو جھولوں میں
قول کے یہ تو اردو اردو کرتے ہیں
فعل سے یہ اردو پر تھو تھو کرتے ہیں
دنیا کی سب بھاشاؤں سے پیار کرو
لیکن اردو کا بھی کچھ اڈّھار کرو
اردو کے ہمراہ چلو لے کر انگلش
میری جمالؔ احمد ہے بس اتنی خواہش

حکیم اختر الاسلام سلیمی

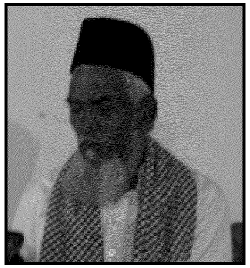

نام:اختر الاسلام انصاری

ولدیت:محمد صدیق انصاری

ولادت:۱ر جنوری ۱۹۴۳ء

پتہ:مولانا آزادنگر نیو کامٹی

شاعری کا آغاز:۲-۷-۱۹۷۱ء شرف تلمذ:ڈاکٹر غیاث الدین سلیمؔ (اچلپور)

’جادہ ومنزل‘ کے شاعر مرحوم ڈاکٹر غیاث الدین سلیمؔ (اچلپور) جنھیں اہل کامٹی اپنا شاعر مانتے ہیں ، اختر الاسلام سلیمیؔ کے پیرومرشد ہیں روحانی رشتے کے علاوہ مذکورہ دونوں شخصیات میں ایک رشتہ اور ہے یعنی فن شاعری میں سلیمؔ صاحب اختر الاسلام کے استاد بھی رہے ہیں اسی نسبت سے اختر الاسلام خود کو سلیمیؔ لکھتے ہیں۔

حکیم اختر الاسلام سلیمیؔ صاحب اپنے استاد کی طرح بہت بڑے شاعر تو نہ بن سکے لیکن ان کی شعر فہمی قابل تعریف ہے قدرت نے تنقیدی نظر سے سرافراز کیا ہے مشہور ومعروف اشعار کے ایسے نکتے اجاگر کرتے ہیں جہاں تک کم لوگوں کی نظر پہنچتی ہے۔’میکش ناگپوری‘ کا ایک شعر بہت مشہور ہے۔

بے سُود کٹ رہے ہیں لاکھوں حسین میکشؔ
بھارت کی سر زمیں بھی میدانِ کربلا ہے

جب مذکورہ شعر زباں زدِ خاص وعام ہوا جا رہا تھا اختر الاسلام سلیمیؔ صاحب نے شعر پر تنقید کردی،’طرفہ قریشی‘ بقید حیات تھے طرفہؔ صاحب نے اختر الاسلام سلیمیؔ

کو بلوایا اور دریافت کیا کہ 'میکش' کے شعر میں کیا غلط ہے؟ سلیمؔی صاحب نے کہا شعر کی بسم اللہ ہی غلط ہے یعنی لفظ 'بے سُود' کا استعمال نامناسب ہے کیونکہ حسین وہ ہے جو بے سُود شہید نہیں ہوا۔

حکیم اختر الاسلام سلیمؔی کی شخصیت سے متاثر ہو کر ماہر ادیب الاطفال محترم وکیل نجیب صاحب نے ایک طویل انشائیہ بھی لکھا تھا جو 'گلشن اطفال' مالیگاؤں میں قسط وار شائع ہوا ہے۔ سلیمؔی صاحب کی ایک منقبت 'نفس نبی' میں شائع ہوئی ہے اس کے علاوہ کچھ مشاعرے اور محافل میں بھی بحیثیت شاعر شریک ہوئے ہیں۔

آج کل اپنے رہبر طریقت کے راستے پر گامزن رہنے کی حتی المقدور کوشش میں سرگرداں رہتے ہیں۔

نمونۂ کلام

ان کی تعلیم کا اثر دیکھو
کس بلندی پہ ہے بشر دیکھو
تم کو اپنی شناخت خود ہوگی
آئینہ عشق کا اگر دیکھو
کر گئی بے نیاز دنیا سے
ایک الفت کی وہ نظر دیکھو
سیر دنیا کی ہو چکی اختر
اب چلو آپ اپنا گھر دیکھو

منظور حسین جوہؔر

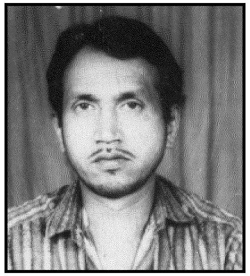

نام: منظور حسین   تخلص: جوہؔر

ولادت: ۱۲؍دسمبر ۱۹۵۸ء

ولدیت: محمد ذکی (مرحوم)

پتہ: کوتوال کا باڑہ، حسین آباد

عجائبات سے بھری ہوئی اس دنیا میں آج شرافت ونجابت بھی کسی عجوبے سے کم نہیں ہے شرافت جب اپنے کمالات دکھاتی ہے تو بدنسب افراد اسے بزدلی سے تعبیر کرتے ہیں لیکن شرافت کا تماشہ کرنے سے باز بھی نہیں آتے۔ منظور جوہؔر قد کاٹھی کے لحاظ سے تندرست ہیں رنگ وروپ بھی عمدہ ہے لیکن اپنے شریفانہ مزاج کے تقاضے کے تحت انکساری، خوش کلامی اور رواداری کا پیکر نظر آتے ہیں جب وہ بر سر محفل شعر سناتے ہیں تب بھی خون کی شرافت ان کے انداز بیاں سے ظاہر ہوتی رہتی ہے۔

منظور جوہؔر کا خاندان ان کے والد کے نام سے معروف ہے۔ منظور جوہؔر کے والد محمد ذکی (مرحوم) کامٹی کے استاد مرثیہ خواں تھے ان کی مرثیہ خوانی کی شہرت کامٹی کے باہر بھی تھی مختصر یہ کہ منظور جوہؔر کے گھرانے میں انیسؔ و دبیرؔ کے مرثیوں کی گونج روزانہ کا معمول تھی اسی ماحول نے جوہؔر کو فن شاعری کی طرف متوجہ کیا۔ اس طرح ۱۹۷۸ء کے قریب پاس شاعری کا آغاز ہوا۔

غزل، نظم، قطعات، سلام وقصائد، نعت ومنقبت اور مسدس جیسی مقبولِ عام اصناف سخن میں طبع آزمائی کرتے ہیں۔ مقامی سطح پر محفلوں اور مشاعروں میں بحیثیت

شاعر مدعو کیے جاتے ہیں۔نشر و اشاعت کے معاملے میں بھی کسی حد تک متحرک رہے ہیں ۔ ان کا کلام ملک کے مؤقر جرائد و رسائل میں شائع ہوتا رہا ہے۔ روز نامہ انقلاب میں ایک ’حمد‘ بتاریخ ۱/جنوری ۱۹۹۰ءکو اور ۱۸/ستمبر ۱۹۸۷ءکو غزل شائع ہوئی ہے اور روز نامہ اردو ٹائمز ممبئی میں ۱۵/اپریل ۱۹۸۸ءکو اور ماہنامہ راہِ اسلام فروری ۱۹۹۰ءکو ان کی تخلیقات چھپی ہیں۔

منظور جوہؔر کا رثائی کلام آج کل انجمن عباسیہ کے صاحب بیاض جناب محمد ارشد صاحب اور حسین آباد کے بزرگ نوحہ خواں ابوالحسن کمال اور احسان حیدر وغیرہ مجلس عزا میں اہتمام سے پڑھتے ہیں۔

نمونۂ کلام

دامن میں عمل کا بھی گہر ہے کہ نہیں ہے
کچھ پاس ترے زادِ سفر ہے کہ نہیں ہے
اسلام کی راہیں بڑی ایثار طلب ہیں
اس راہ پہ چلنے کا ہنر ہے کہ نہیں ہے
مانا کہ زمانے کی خبر خوب ہے تجھ کو
نادان کچھ اپنی بھی خبر ہے کہ نہیں ہے
خود راہ جہنم پہ ہے ، بچوں کو نہ لے جا
بیٹوں کے لئے دردِ جگر ہے کہ نہیں ہے
کچھ لوگ اندھیروں میں بھٹکنے کے لیے ہیں
معلوم نہیں آگے سحر ہے کہ نہیں ہے
جوہؔر اسے اپنا لے بڑی چیز ہے تقویٰ
پھر دیکھ دعاؤں میں اثر ہے کہ نہیں ہے

عبدالغفار انصاری

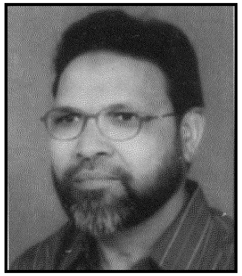

نام: عبدالغفار انصاری

ولدیت: مرحوم عبدالحفیظ انصاری

ولادت: ۵/اپریل ۱۹۵۱ء

پتہ: ڈاکٹر شیخ بنکر کالونی   تعلیم: بی۔اے، ایل۔ایل۔بی

پیشہ: سابق سپرینٹنڈنٹ کسٹم اینڈ سینٹرل ایکسائز ناگپور

عمدہ ترنم کے مالک عبدالغفار انصاری کی شاعری اصلاحی نظریات سے متاثر ہے اسی لیے ان کے یہاں اسلامیات کی کارفرمائی نمایاں رہتی ہے تلمیحی اشعار بکثرت کہتے ہیں ۔نعتیہ مضامین ہوں یا کربلائی افکار و خیالات عبدالغفار انصاری کی غزلوں میں بڑے موثر انداز میں ظاہر ہوتے ہیں ۔ چھوٹی چھوٹی نشستوں سے لے کر بڑے بڑے آل انڈیا مشاعروں تک میں پیش پیش رہتے ہیں غرض کہ یہ ٹھنڈا بیٹھنے والوں میں سے نہیں ہیں بلکہ ہمیشہ سرگرم عمل رہتے ہیں۔

عبدالغفار انصاری کی شخصیت شہر کامٹی کے ادب نواز ،کھیل کے شائقین اور کسی نہ کسی حد تک سیاسیات کی دنیا میں بھی محتاج تعارف نہیں ہے۔فٹبال کے کلاس ون رجسٹرڈ ریفری ہیں، ربانی کلب کے سوپروائزر ہیں اور متعدد علمی، ادبی اور سماجی تنظیموں سے منسلک ہیں ۔ ہمیشہ عمل کے میدان میں آگے ہی آگے نظر آتے ہیں پولس کی امن کمیٹی کا جلسہ ہو یا گنیش اتسو ہر موقع پر جناب عبدالغفار انصاری متحرک نظر آتے ہیں۔

نمونۂ کلام

اے مرے ساقی یہ جشن عام ہونا چاہیے
ہر کسی کے ہاتھ میں اک جام ہونا چاہیے
نت نئے فتنے اٹھاتا ہوں اسی کے واسطے
روز اخباروں میں اپنا نام ہونا چاہیے
تم اکیلے ہی گنہگارِ محبت تو نہیں
کچھ ہمارے سر پہ بھی الزام ہونا چاہیے
قائدے قانون سے ہمکو نہیں کوئی غرض
ہم نے جب چاہا ہمارا کام ہونا چاہیے
موت نے آ کر کہا دھیرے سے میرے کان میں
جی چکے اب زندگی کی شام ہونا چاہیے
اے جوانو سرحدوں پہ تم سدا چوکس رہو
دشمنوں کا ہر مشن ناکام ہونا چاہیے

شفق حیدری

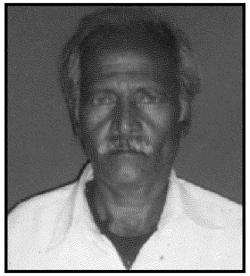

نام: دلدار حسین تخلص: شفق حیدری

ولادت: ۲۱ مئی ۱۹۵۶ء

ولدیت: یعقوب الحسن ارشدؔ (مرحوم)

پتہ: درگاہ مولا علی روڈ، حسین آباد کامٹی

مشورۂ سخن: استاد مولوی روشؔ جعفری کربلائی

شفقؔ حیدری اور مصاحب علی خطیبؔ چچا زاد بھائی ہیں دونوں کے والد شاعر، گھر کا ماحول سوز خوانی اور مرثیہ خوانی سے مزین، مردوں کے علاوہ ان کے یہاں کی خواتین بھی انیسؔ و دبیرؔ کے مراثی کی حافظ ہیں لہٰذا جس گھرانے کی فضا شعر وسخن سے آراستہ ہوا گر وہاں شاعر نہ پیدا ہوں تو یہ اپنے آپ میں بڑی تعجب خیز بات ہوگی۔

شفقؔ حیدری ۱۹۸۰ء کے آس پاس شعر وسخن کی طرف متوجہ ہوئے ابتدا میں خود پر انحصار کیا لیکن مصاحب علی خطیبؔ کے اصرار کرنے پر استاد مولوی روشؔ جعفری کی شاگردی اختیار کر لی اور عادلؔ علمی مرکز کے سرگرم رکن بھی بن گئے۔ اقبال اشہرؔ، منظور الحق شاکرؔ، طالبؔ پنجابی اور ماسٹر ہارون رشید عادلؔ جیسے کامٹی کے عظیم شعرا اور ادبا کے رابطے میں آنے کے بعد نشر واشاعت کی جانب بھی دلچسپی لینے لگے متعدد اخبار ورسائل میں ان کی غزلیں شائع ہوئی ہیں نیز آل انڈیا طرحی انعامی مقابلوں میں بھی کامیابی حاصل کی ہے۔

غزل کے علاوہ نعت ومنقبت اور نوحے وسلام بھی لکھتے ہیں ان کا رثائی کلام شبیر حسین بابا کے فرزند جناب جعفر بھائی (نوحہ خواں) ماتمی مجلسوں میں پڑھتے ہیں۔

نمونۂ کلام

نصیب اہل چمن کا سنور گیا ہوتا
وہ گلبدن جو ادھر سے گذر گیا ہوتا
جو سرفروشی کا میں عزم کر گیا ہوتا
چڑھا تھا ظلم کا دریا اتر گیا ہوتا

پر خطر وہ راستہ تھا اور میں
دور منزل رہنما تھا اور میں
لطف آیا میکشی کا اس گھڑی
تنہا ساقی میکدہ تھا اور میں
زندگی کی راہ کے ساتھی تو بس
دھوپ تھی سایہ مرا تھا اور میں

شاہد رضا ساجدؔ

نام: شاہد رضا　　　تخلص: ساجدؔ

ولدیت: ناظم علی

سن ولادت: ۲۳؍اگست ۱۹۴۶ء

پتہ: کوتوال کا باڑہ، حسین آباد کامٹی

شاہد رضا ساجدؔ کے والد ناظم علی (مرحوم) محرم کی مجلسوں میں معروف مرثیہ نگار شعرا کے مراثی 'تحت اللفظ' میں پڑھا کرتے تھے ان کے مرثیہ پڑھنے کا انداز کچھ ایسا تھا کہ سامعین جھوم اٹھتے تھے، جب مرثیے کا رزمیہ حصہ شروع ہوتا تو وہ اپنے مخصوص انداز بیاں کے ذریعے سامعین کے سامنے جنگ کا منظر اتنی مہارت اور کامیابی کے ساتھ پیش کرتے تھے کہ جیسے سامعین بذات خود میدان جنگ میں پہنچ گئے ہوں، غرض یہ کہ ساجدؔ صاحب کی تربیت ایک ایسے ماحول میں ہوئی جہاں شعروسخن کے نکتہ داں موجود تھے۔

شاہد رضا ساجدؔ کی تخلیقی صلاحیتوں کی ابتدا افسانہ نگاری سے ہوئی ان کے ابتدائی افسانے ۶۲۔۱۹۶۳ء میں روز نامہ انقلاب ممبئی میں شائع ہوئے بعدہٗ غیورؔ جعفری کی دوستی کے زیر اثر شاعری کی جانب بھی متوجہ ہوئے۔ شاہد رضا ساجدؔ کا مطالعہ چونکہ کافی وسیع رہا ہے اور ذہن بھی سوچنے والا میسر ہوا ہے نیز شعری وجدان بچپن سے رگ وپے میں خون کی طرح دوڑتا رہتا تھا اس لیے بہت جلد ساجدؔ شاعری کے میدان میں بھی شہسوار کی طرح نظر آنے لگے۔ شاہد رضا ساجدؔ کی زندگی کا ایک

طویل عرصہ بسلسلۂ ملازمت 'بھلائی' (۳۶ گڑھ) میں گزرا ہے اس لیے اکثر اہلیان کامٹی ان کی شخصیت سے نابلد ہیں۔

ساجدؔ صاحب ادبی لحاظ سے بنجر علاقے (بھلائی) میں رہتے ہوئے بھی ادب کی خدمت کرتے رہے اس زمانے میں ان کی غزلیں، آزاد نظمیں اور پابند نظمیں 'گلبل' (احمد آباد)، 'ایوان اردو' (دہلی)، 'پندار' (بہار)، 'رنگین شعاعیں' (بنگلور) اور 'توازن' (مالیگاؤں) میں شائع ہوتی رہی۔

گذشتہ آٹھ دس برسوں سے ساجدؔ صاحب کامٹی میں سکونت اختیار کئے ہوئے ہیں اسی لیے مقامی شعری نشستوں اور محافل میں شریک ہو رہے ہیں۔ غزل اور نظموں کے علاوہ سلام ونوحے بھی کہتے ہیں ان کا رثائی کلام کامٹی کے جلوس عزا میں بطور خاص پڑھا جاتا ہے۔

مصاحب علی خطیبؔ

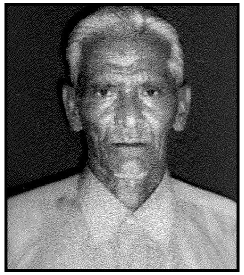

نام: مصاحب علی   تخلص: خطیب

ولادت: ۱۹۵۴ء

پتہ: کوتوال کا باڑہ حسین آباد کامٹی

شاعری کا آغاز: ۱۹۷۰ء کے قریب پاس

مشورۂ سخن: ماسٹر فقیر حسین (مرحوم)

مصاحب علی خطیبؔ کا گھرانہ تقریباً سو برسوں سے مرثیہ خوانی سے وابستہ ہے۔ مردوں کے علاوہ خواتین کی بھی 'مرثیے کی گول' ہے۔ الغرض خاندان کے بیشتر

افراد انیسؔ و دبیرؔ کے کئی کئی مرثیوں کے حافظ رہے ہیں۔ مصاحب علی خطیبؔ کے والد نثار علی ضیغمؔ اور چچا یعقوب الحسن ارشدؔ شاعری سے بھی شغف رکھتے تھے، نعت ومنقبت اور سلام بالخصوص کہتے تھے مختصر یہ کہ گھر میں شعروسخن کا ایک عمدہ ماحول تھا جس کے اثر سے مصاحب علی خطیب بھی فن شاعری کی طرف متوجہ ہوئے ابتدا میں ماسٹر فقیر حسین صاحب (مرحوم) سے مشورۂ سخن کیا ماسٹر فقیر حسین کے انتقال کے بعد استاد مولوی روشؔ جعفری کے حلقۂ احبا میں شامل ہوکر اپنی فنکارانہ صلاحیتوں کو سنوارتے رہے۔

خطیبؔ صاحب کی ایک منقبت 'نفس نبی' میں شائع ہوئی ہے یہاں ان کی ایک نظم شہادت بابری مسجد کے چند مصرعے بطور نمونہ پیش کیے جاتے ہیں۔

خون سے سڑکیں لال ہوئیں
ماں بہنیں بے حال ہوئیں
کرفیو ، دنگا، بند دوکان
انسانوں سے خالی مکان
قسمت سے جو لوگ بچے ہیں
وہ زندہ در گور ہوئے ہیں

ماسٹر توحید الحق

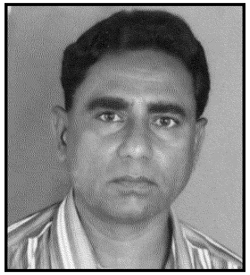

نام: محمد توحید الحق

ولدیت: محمد خورشید الحق

ولادت: ۳۰؍جولائی ۱۹۵۶ء

پتہ: اسماعیل پورہ کامٹی

تعلیم: بی۔اے، ڈی۔ایڈ   شاعری کی ابتدا: ۱۹۸۰ء کے آس پاس

شرفِ تلمذ: خلیل انجم کامٹوی (مرحوم)

جناب توحید الحق صاحب کی شاعری کی رفتار جتنی تیز ہے اتنی ہی شاعری کی دھار بھی تیز ہے لطافت سے بھر پور طنز، متانت سے آراستہ مضامین، روزمرہ کی زبان، عام بول چال والے محاورے، راست گوئی، اصلاحی افکار و نظریات یہ ایسے زیور عروس سخن ہیں جو توحید الحق کی شاعری کے حسن کو دوبالا کر دیتے ہیں۔

کامٹی کے ادبی منظر نامے پر بہت جلد اپنے نام کو اعتبار کا حامل بنا دینے والے شعرا میں توحید الحق صاحب ممتاز حیثیت رکھتے ہیں، فن شاعری کے عیوب و محاسن کے رمز شناس ہیں اس لیے رواں دواں بحروں میں روانی کے ساتھ شعر کہتے ہیں ان کی غزلیں قاری اور سامع سے بلا واسطہ (بغیر تمہید) اپنا رشتہ استوار کر لیتی ہیں مشاعروں میں خوب جمتے ہیں تحت اللفظ میں پڑھتے ہیں لیکن اس قدر سکون اور اعتماد کے ساتھ کہ بس سنتے جایئے شاعری کے علاوہ نثر نگاری کے میدان میں بھی اپنے وجود کو تسلیم کروا رہے ہیں ان کی تحریریں بڑی موثر اور پرلطف ہوتی ہیں طنزیہ انداز بیان ان کا خاصہ ہے۔

یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ توحید الحق صاحب کامٹی کے دیگر شعرا کی طرح اشاعت کے معاملے میں لاپرواہی کا شکار نہیں ہیں، انہیں اپنی تخلیقات کی اہمیت و افادیت کا قدرے اندازہ ہے اس لیے کثرت سے اخبار و رسائل میں ان کی غزلیں اور مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں ایوان اردو (دہلی) بچوں کی دنیا (دہلی) اور گلشن اطفال (مالیگاؤں) وغیرہ میں ان کی تخلیقات کی اشاعت کا سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ آل انڈیا آکاش وانی ناگپور سے بھی ان کے مضامین نشر ہوئے ہیں۔

توحید الحق صاحب اگر اسی طرح اسی نہج پر شعر و ادب کے میدان میں سرگرم رہے تو ممکن ہے، مستقبل میں کامٹی کے ادبی منظر نامے کے لیے سرمایۂ افتخار بن جائیں۔

نمونۂ کلام

تماشے روز دکھاتی ہے ،کیا کیا جائے
یہ زندگی بھی ستاتی ہے ،کیا کیا جائے
وہ گفتگو جو ہر اک آدمی کو خوش کر دے
ابھی مجھے نہیں آتی ہے ،کیا کیا جائے
یہی تو غم ہے کہ اس ملک میں سیاست بھی
ہر ایک شخص کو آتی ہے ،کیا کیا جائے
وہ ایک شے جسے دنیا وفا بلاتی ہے

کہیں نظر نہیں آتی ہے ،کیا کیا جائے
کنیز اور کرے عشق شاہزادے سے!
کہ اِس میں جان بھی جاتی ہے،کیا کیا جائے
جنھیں زبان و ادب کا کوئی شعور نہیں
انھیں بھی شاعری آتی ہے ،کیا کیا جائے
ادب میں اور بھی اظہار کے وسیلے ہیں
مگر غزل مجھے بھاتی ہے ،کیا کیا جائے

☆

شبیر ناز

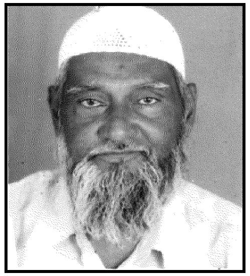

نام:شبیر ناز

ولادت:۲۰رستمبر ۱۹۴۶ء

پتہ:املی باغ کامٹی

شبیر ناز کے تایہ (بڑے والد) حافظ مضطؔر (ف:۱۹۶۴ء) کامٹی کے رثائی ادب کا ایک جلی نام ہے ان کے نوحے کامٹی میں بہت مقبول ہوئے ہیں حسین آباد کی مجلس عزا میں مرحوم حیدر علی نوحہ خواں ،مضطر کا کلام بڑے اہتمام سے پڑھتے تھے اور مضطؔر صاحب بہ نفس نفیس اپنا رثائی کلام سننے کے لیے امام باڑے میں تشریف لاتے

تھے نیز حافظ مضطر جامع مسجد کامٹی کے امام بھی رہے ہیں۔مختصر یہ کہ شبیر ناز ایک ایسے مذہبی گھرانے کے فرد ہیں جہاں شعر و سخن کے لئے بھی گنجائش تھی۔شبیر نازؔ کی نوجوانی میں ہی حافظ مضطر انتقال فرما گئے لہٰذا نازؔ کی شعری تربیت نہ ہو پائی لیکن شبیر ناز کامٹی کی ادبی مجالس میں حافظ مضطر کا کلام اپنی زبردست مترنم آواز میں ایک زمانے تک پڑھتے رہے اور رفتہ رفتہ خود بھی شعر کہنے لگے۔سیدھی سادی بات، صاف ستھرا مضمون، پاک و پاکیزہ خیال ان کی شاعری کی پہچان ہے۔۱۹۹۰ء کے زمانے سے باقاعدہ شاعر کی حیثیت سے شعری نشستوں اور مشاعروں میں شریک ہو رہے ہیں۔

نمونۂ کلام

انھیں اتنا نہ سیکو روٹیاں ہیں
مہک اٹھیں گی ان میں خوبیاں ہیں
جھکاؤ سر فقط اللہ کے آگے
مسائل مسلکوں کی گتھیاں ہیں
نہایت ہی سلیس ہے دین احمد
بڑے علماء کی سب ہٹ دھرمیاں ہیں
نہ کیوں ہو نازِ مجھ پہ رحمت حق
میرے گھر میں ابھی دو بیٹیاں ہیں

غریب پرور سمندر

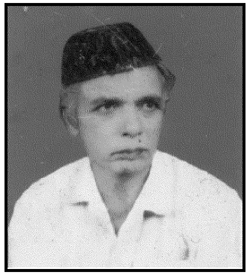

نام: غریب پرور   تخلص: سمندؔر

ولدیت: عبدالستار

سن ولادت: ۱۹۴۵ء

پتہ: بھاجی منڈی کامٹی

کامٹی کی راعین برادری میں شعرا و ادبا کی قلت کو کبھی راغبؔ صاحب نے کم کیا تو کبھی نظیر احمد نظیرؔ (مرحوم) اور غریب پرور سمندر نے، اس برادری میں ایک زبردست مقرر بھی موجود ہے قرآن و حدیث اور اسلامی تاریخ کے علوم سے بہرہ مند اشفاق احمد راعین جب امت مسلمہ کے مسائل پر تقریر کرتے ہیں تو سامعین کو جھنجھوڑ کر رکھ دیتے ہیں۔

غریب پرور سمندؔر ۱۹۸۰ء کے آس پاس سلیمان پہلوان اور عبدالرحیم خان صاحب وغیرہ کی صحبت سے شاعری کی جانب متوجہ ہوئے۔ ابتدا میں قمرؔ اسرار سے مشورۂ سخن کیا پھر حق فیاضی کے حلقۂ تلامذہ میں شامل ہو گئے اور آج کل استاد مولوی روشؔ جعفری کربلائی کی شاگردی میں ہیں۔ کامٹی اور ناگپور کے مشاعروں اور کوی سمیلن میں شریک ہوتے ہیں اور بڑی بیباکی سے شعر سناتے ہیں۔ 'آکاش وانی' ناگپور سے متعدد مرتبہ ان کی تخلیقات نشر ہو چکی ہیں۔

نمونۂ کلام

وہ کوئی بوڑھا ہے بچہ ہے یا سیانا ہے
یہ طے ہے قبر میں اک روز اس کو جانا ہے

جو جاگتے ہیں شکایت نہیں مجھے ان سے
جو سو رہے ہیں انھیں کو مجھے جگانا ہے

یہ کون آ گیا محفل میں آج اے پرورؔ
زبان چرب ہے لہجہ بھی تاجرانہ ہے

☆

عبدالقدیر ہنرؔ

نام: عبدالقدیر

تخلص: ہنرؔ

ولدیت: محمد یٰسین عطر فروش، (مرحوم)

ولادت: ۱۶؍ فروری ۱۹۴۱ء

پتہ: گجری بازار کامٹی

ہنرؔ صاحب کے والد محمد یٰسین صاحب ڈرامہ آرٹسٹ تھے ناگپور اور کامٹی میں اسٹیج پروگرام بھی کرتے تھے، شہر کامٹی میں یہ بات مشہور ہے کہ یٰسین صاحب کے فن اداکاری سے متاثر ہو کر کسی زمانے میں 'سہراب مودی' (مشہور فلمی آرٹسٹ) نے انہیں فلموں میں کام کرنے کا آفر پیش کیا تھا لیکن اس زمانے میں فلموں میں کام کرنا

عام مسلم گھرانوں میں بھی معیوب تصور کیا جاتا تھا شاید اسی لیے وہ ممبئی نہ جاسکے۔

عبدالقدیر ہنؔر کو شاعری کا شوق بڑھاپے میں لاحق ہوا، استاد مولوی روشؔن جعفری کی شاگردی میں ہیں کبھی کبھار شعری نشستوں میں بھی شرکت کرتے ہیں اپنی طرح کے البیلے شاعر ہیں سنجیدہ کلام مشاعروں میں پڑھتے ہیں لیکن سامعین مزاحیہ جان کر داد دیتے ہیں اور یہ اسی میں خوش رہتے ہیں۔

ماسٹر اظہر حیدری

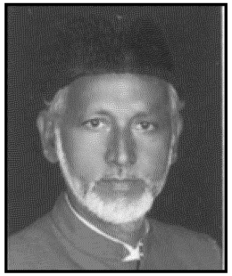

نام: اظہر حسین

ولدیت: راحت حسین

ولادت: ۷؍جولائی ۱۹۵۰ء

پتہ: مولانا آزاد نگر، نیو کامٹی

ماسٹر اظہر حیدری نے بچوں کی نظموں پر مشتمل اپنے مسودہ ''گل نورس'' میں لکھا ہے کہ ''میری شاعری کی عمر بہت زیادہ نہیں ہے گذشتہ ۱۷ سالوں سے باقاعدہ شاعری کی طرف طبیعت مائل ہے حالانکہ بچپن سے انیسؔ و دبیؔر کے مراثی بحیثیت سوزخواں مجالس عزا میں پڑھ رہا ہوں۔

اظہؔر حیدری کی یہ صاف گوئی اس بات کی دلیل ہے کہ یہ آدمی خوامخواہ کہنہ مشق شاعر کہلانے کا شوق نہیں رکھتا۔ اظہر حیدری نے گذشتہ ۱۷ برسوں میں جس قدر غزلیں، نظمیں، نوحے، سلام، نعت ومنقبت اور قطعات نیز سہرے وغیرہ کہے ہیں اگر اس کے بل پر وہ کہیں کہ میں پچاس برسوں سے شاعری کر رہا ہوں تو انکار کرنا مشکل ہو

جائے گا۔ اظہؔر حیدری زود گو شاعر ہیں ایک زمین میں کم از کم پچیس، تیس اشعار کہتے ہیں۔ کانٹ چھانٹ کے بعد آٹھ، دس شعر منتخب کرتے ہیں پھر استاد روشؔن جعفری سے مشورۂ سخن کرتے ہیں اگر استاد نے کہہ دیا کہ فلاح شعر حذف کر دو تو بلا چوں چرا مان لیتے ہیں۔

مشاعروں میں ضرور شرکت کرتے ہیں۔ نشر و اشاعت کے معاملے میں بھی چاک و چوبند رہتے ہیں طرحی کلام کثرت سے لکھتے ہیں کامٹی کے اہل ذوق حضرات کی جانب سے ایوارڈ سے بھی نوازے جا چکے ہیں۔

ماسٹر اظہؔر حیدری کے سلام اور نوحے کامٹی کے جلوس عزا اور مجالس میں بڑے اہتمام سے نوحہ خواں حضرات پڑھتے ہیں بالخصوص حیات علی کربلائی صاحب اور مولانا فیاض حسین اظہؔر حیدری کا کلام اپنے بہترین ترنم کے ساتھ جلوس عزا میں پڑھتے ہیں۔

ماسٹر اظہؔر حیدری کے اس وقت پانچ مسودے تیار ہیں خبر ہے کہ بہت جلد وہ زیور طبع سے آراستہ بھی ہونے والے ہیں۔ (۱) اشک عزا (۲) صاحب معراج (۳) لافتیٰ (۴) شبِ انتظار (غزلیں) (۵) گل نورس

نمونۂ کلام

یاد جب ان کے لبھانے کی ادا آئی ہے
موج میں اور مری فکر رسا آتی ہے
یوں چلے آتے ہیں بکھرائے وہ کالی زلفیں
ایسا لگتا ہے کہ ساون کی گھٹا آتی ہے

اپنے محبوب کو آنکھوں سے اشارہ کر کے
دل لگی کرتا ہوں میں ان کو حیا آتی ہے
ہر سفر پہ مجھے خطروں سے بچانے کے لیے
سر پہ سائے کی طرح ماں کی دعا آتی ہے
سجدۂ شکر کیا دولھا نے دیکھا جس دم
''جان لینے کو دلھن بن کے قضا آتی ہے''
باوفا کا ہے لہو جس کی رگوں میں اظہؔر
اس کے کردار سے خوشبوئے وفا آتی ہے

صادق الزماں

نام: صادق الزماں

ولدیت: حاجی علی احمد

ولادت: ۱۲؍دسمبر ۱۹۵۸ء

بمقام: لکڑ گنج (مولانا اعجاز نگر) کامٹی

سکونت: بی بی کالونی، کلمنا روڈ کامٹی

تعلیمی لیاقت: بی۔اے، ڈی۔ایچ ٹیک

ملازمت: اسسٹنٹ ڈائریکٹر ٹیکسٹائلس گورنمنٹ آف مہاراشٹر

اعزازات: ودربھ گورو، شاعر ناگپور

حضرت مولانا محمد سعید اعجاز کامٹوی سے ادبی و خاندانی نسبت رکھنے والے

محترم صادق الزماں گذشتہ بیس سالوں سے شاعری کے میدان میں رمیدہ ہیں۔ان کی غزلیں روایتی اسلوب کی امین ہوتی ہیں۔تصوف کے دل پذیر خیالات اور فلسفوں کی کارفرمائی بھی ان کے اشعار میں جا بجا نظر آتی ہے۔ترنم عمدہ ہے اکثر و بیشتر مشاعروں میں ترنم سے پڑھتے ہیں۔آج کل ان کی ادبی سرگرمیاں دیدنی ہیں کبھی کسی مشاعرے کی نظامت فرما رہے ہیں تو کبھی صدارت کی باوقار مسند پر رونق افروز ہیں۔

صادق الزماں مشاعروں کے علاوہ معاشرے کی دیگر ذمہ داریوں کو بھی بخوبی ادا کر رہے ہیں۔کبھی کبھی تو حیرت ہوتی ہے کہ ایک آدمی اور اتنے سارے کام، جوابداری سے بھری ہوئی ملازمت نیز مساجد اور درگاہوں کے معاملات اور تقریبات سے بھی پورے طور پر مربوط ہیں۔

عارف شہزاد

نام: محمد عارف الرحمٰن   تخلص: شہزاد

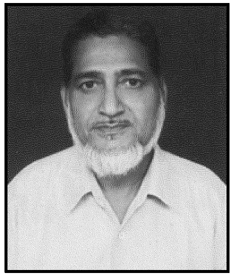

ولدیت: مولانا عبدالرحمٰن راہؔی (مرحوم)

ولادت: ۲۲؍مئی ۱۹۵۵ء

پتہ: روئی گنج، جی۔این روڈ

تعلیم: ایم۔اے، بی۔ایڈ

تصوف سے وابستہ مولانا عبدالرحمٰن راہی ’کامٹی کے ادبی منظر نامے‘ کا ایک معروف نام ہے مولانا راہؔی ایک منجھے ہوئے شاعر حضرت شاطؔر اور حافظ انوؔر

سے اصلاح لیا کرتے تھے۔ عارفؔ شہزاد انہی کے فرزند ہیں۔ پیشے کے اعتبار سے ایم۔ ایم۔ ربانی ہائی اسکول میں مدرسی کے عہدے سے سبکدوش ہوئے ہیں۔ مذہبیات کے معاملے میں اپنے والد کی طرح سالک راہ طریقت ہیں شعروسخن سے بھی شغف رکھتے ہیں غزل کے علاوہ نعت ومنقبت بھی کہتے ہیں۔ حضرت معصوم شاہ باباؒ کے آستانے پر تقریباً ۱۳ سال پہلے میں نے انہیں ایک منقبت پڑھتے دیکھا ہے اور چند مشاعروں میں بھی بحثیت شاعر نظر آئے ہیں۔

نمونۂ کلام

وہ آدمی نہیں جس میں کہ حوصلہ ہی نہیں
بغیر غم تجھے جینے کا راستہ ہی نہیں

بلندیوں نے اسے خود ہی غرق کرڈالا
اٹھا جو نوح کا طوفاں تو پھر تھا ہی نہیں

ملے گا کیسے اسے اب سراغ منزل کا
وہ اپنے پاؤں کی زنجیر توڑتا ہی نہیں

وہ سرفراز دو عالم میں ہو نہیں سکتا
جو سر تمہارے درِ ناز پہ جھکا ہی نہیں

خزاں کا رنگ بہاروں پہ دیکھ کر شہزادؔ
چلا جو قافلۂ گل تو پھر رکا ہی نہیں

خورشید عالم

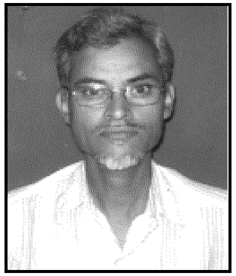

نام: خورشید احمد

تخلص: عالمؔ

ولدیت: نثار احمد

ولادت: ۲؍جولائی ۱۹۶۲ء

پتہ: لکڑ گنج کامٹی　　مشورۂ سخن: استاد مولوی روشن جعفری

خورشید عالمؔ کی شاعری کی عمر تقریباً تیس پینتیس سال ہو چکی ہے فن شاعری کے جملہ لوازمات سے آگاہ ہیں علم عروض سے بھی بہرہ مند ہیں، اساتذہ کا مطالعہ بھی ہے عصر حاضر کے شعری رجحان سے بھی واقف ہیں غزل ان کی محبوب صنف سخن ہے فنی اور لسانی اعتبار سے بالکل کھرے اشعار کہتے ہیں مضامین میں ہر چند کہ روایت در آتی ہے لیکن جدید اسلوب سے خود کو مربوط رکھنے کی سعی کرتے ہیں۔

خورشید عالمؔ کی زندگی کا ایک طویل عرصہ ناگپور میں گزرا ہے گذشتہ ۱۳ برسوں سے کامٹی میں اپنے آبائی مکان میں مقیم ہیں شخصیت سادگی کا پیکر ہے۔ چھوٹے بڑے سب سے ادب و احترام سے پیش آتے ہیں محفلوں اور مشاعروں میں بغیر چیخ و پکار کے اپنا کلام پڑھتے ہیں داد ملے تو بھی واہ واہ نہ ملے تو بھی واہ واہ۔

خورشید عالمؔ کی غزلیں گاہے بگاہے اخبار و رسائل میں بھی شائع ہوتی رہتی ہیں۔ آکاش وانی (ناگپور) سے بھی متعدد مرتبہ ان کا کلام نشر ہوا ہے۔

نمونۂ کلام

کس کے آنگن میں ہے یہ چاند اترنے والا
آئینہ توڑ نہ دے آج سنورنے والا
میری رگ رگ میں صداقت کا لہو ہے یارو
میں نہیں جھوٹ کی تلوار سے ڈرنے والا
کل زمانہ مری جرأت کی مثالیں دے گا
میں ہوں صحرائے حوادث سے گزرنے والا
کرب چہرے سے ٹپکتا ہے ابھی تک جیسے
کتنے آلام سے گذرا ہے یہ مرنے والا
سب کے ہاتھوں میں نہیں ہوتا صداقت کا علم
سچ نہیں کہتا کبھی موت سے ڈرنے والا
جس کی کرنوں میں ہے پیغام محبت عالم
میں وہ خورشید ہوں مشرق سے ابھرنے والا

غزل

روح کا چین قرار دل مضطر لکھوں
جی میں آتا ہے تجھے جان سے بڑھ کر لکھوں
عہد طفلی میں بھی ماتھے سے ٹپکتا ہے لہو
ایسی اولاد کو میں کیوں نہ سکندر لکھوں

مجھ کو احساس ہے صحرا کی ستم ظرفی کا
میں سرابوں کو بھلا کیسے سمندر لکھوں
چھن گئے ہائے قلم کٹ گئے بازو میرے
کس طرح حرف صداقت کو مکرر لکھوں
گھر جلا اور لٹی عزت و ناموس مری
آگ لگ جائے جو قرطاس پہ منظر لکھوں
جس کو میں سوچ کے ہو جاتا ہوں پاگل عالم
پھر وہی خون میں ڈوبا ہوا منظر لکھوں

افضل انصاری

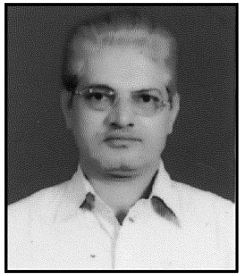

نام: محمد افضل

ولدیت: محفوظ الرحیم

ولادت: ۱ر جولائی ۱۹۶۱ء

پتہ: ڈاکٹر شیخ بنکر کالونی

اصلاحی افکار و خیالات کے حامل افضل انصاری سیدھے سادے اور سچے شاعر ہیں ان کی شاعری بے لاگ اور تصنع (بناوٹ) سے بے نیاز ہوتی ہے اپنے کلام پر حق فیاضی سے اصلاح لیتے ہیں مشاعروں اور محفلوں میں بڑے چاؤ سے شرکت کرتے ہیں مشاعروں میں تحت اللفظ اور ترنم دونوں طریقے سے پڑھتے ہیں۔ آل انڈیا مشاعروں میں بھی بحیثیت شاعر شرکت کر چکے ہیں چندر سالوں میں ان کی تخلیقات بھی شائع ہوئی ہیں۔

لالہ جی لہرؔ

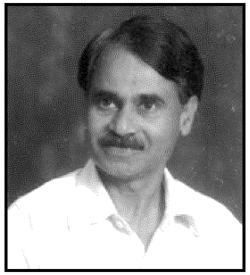

نام: لالہ جی آسارام گجھئے

تخلص: لالہ جی لہرؔ

ولادت: ۳/مارچ ۱۹۵۵ء

پتہ: بھاجی منڈی روڈ، گاندھی نگر بودھ وہار کے پاس

لالہ جی لہرؔ بدھ مت کے ماننے والے ہیں اور بدھ مت کے اصولوں کے تحت جیو اور جینے دو والا رویہ اپنائے ہوئے ہیں منکسر المزاج ہیں طبیعت میں لاابالی پن بالکل بھی نہیں ہے۔ ہندی کے ساتھ ساتھ اردو میں بھی شاعری کرتے ہیں بڑے بڑے آل انڈیا مشاعروں میں کامیاب بھی رہتے ہیں لالہ جی لہرؔ کا خاص میدان مدح آل محمد ہے وہ نعت ومنقبت کی محفلوں میں خاص طور سے مدعو کیے جاتے ہیں۔

نمونۂ کلام

روتی ہے بدنصیب کھلونے خرید کر
لائے کہاں سے ننھے فرشتے خرید کر
تو نیکیوں سے بھر دے مرا دامن حیات
میں روز چھوڑتا ہوں پرندے خرید کر

لاکھ چلتا ہے سنبھل کر آدمی
پھر بھی کھا جاتا ہے ٹھوکر آدمی
حیثیت ہے ایک قطرے کی مگر
خواہشوں کا ہے سمندر آدمی

شبیر حسین آذرؔ

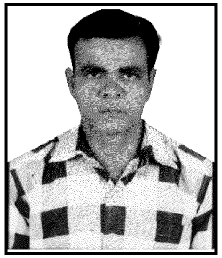

نام: شبیر حسین تخلص: آذر

ولدیت: الطاف حسین

تاریخ ولادت: ۱۳/فروری ۱۹۶۲ء

پتہ: حسین آباد کامٹی

کامٹی کے معروف شاعر ظہیرؔ حیدری کے چھوٹے بھائی شبیر حسین آذرؔ گھر کے دینی وعلمی ماحول کے زیر اثر بچپن سے مطالعے کے شوق سے بہرہ مند رہے ہیں۔ کم عمری ہی سے شعر وشاعری کے ذوق سے وابستہ ہیں۔ اپنے بھائی ظہیر حیدری سے مشورۂ سخن کرتے ہیں۔ سلام، نوحے کے علاوہ غزلیات میں بھی خامہ فرسائی کرتے ہیں۔

نمونۂ کلام

سر جھکا تو خاک میں مل جائے گا سر کا غرور
پوجنے والے بڑھا دیتے ہیں پتھر کا غرور
آج بھی تاریخ شاہد ہے اٹھا کر دیکھ لو
کس طرح توڑا ہے اک بچے نے لشکر کا غرور
پار کرلیتا ہے جب دریا کو اپنے عزم سے
کامیابی خود بڑھاتی ہے شناور کا غرور

یہ لباس ماتمی بھی کب تلک — اب ہمیں خنجر اٹھانا چاہیے
شہر کی آب وہوا میں زہر ہے — دور اک بستی بسانا چاہیے

جمیل احمد جمیل

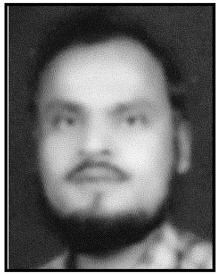

نام: جمیل احمد جمیل　　قلمی نام: جمیل احمد جمیل

ولدیت: محمد کبیر انصاری　　پتہ: گجری بازار کامٹی

تعلیم: ITI (گولڈ میڈلسٹ)　　ولادت: ۳۰رمئی ۱۹۶۵ء

پیشہ: ملازم MSRTC　　شرف تلمذ: اسرار الحق فیاض

منشی سعید کامٹوی کے ہم عصر حافظ محمد عبداللہ کے فرزند زادے جمیل احمد جمیل گذشتہ بیس پچیس برسوں سے مسلسل مشاعروں اور کوی سمیلنوں میں شرکت کررہے ہیں۔ جمیل احمد جمیلؔ کے دادا (مرحوم) حافظ محمد عبداللہ کامٹی کے کہنہ مشق اور معروف شعرامیں شمار ہوتے ہیں۔ ان کا ذکر 'کامٹی کی ادبی تاریخ' میں صفحہ ۴۲ پر ہوا ہے۔

جمیل احمد جمیل اردو کے علاوہ ہندی اور مراٹھی میں بھی خامہ فرسائی کرتے ہیں۔ ہندی شاعری پر مشتمل ان کا ایک مجموعۂ کلام 'دھماکا' کے نام سے شائع ہوچکا ہے۔ پنجاب سے لے کر کیرلا تک متعدد شہروں میں بحیثیت شاعر اور کوی مدعو کیے جاتے ہیں۔ شاعری کا مزاج 'طنزیہ ومزاحیہ' ہے۔ ناگپور آکاش وانی سے بھی ان کی تخلیقات نشر ہوچکی ہیں۔

نمونۂ کلام

جھک کر ملا جو اس سے تو کمتر سمجھ لیا
ہیرے کو بے وقوف نے پتھر سمجھ لیا
پھولوں سے مطمئن نہ ہوا جب دماغ و دل
کانٹوں کو میں نے پھول سے بہتر سمجھ لیا

بادشاہ ضیا

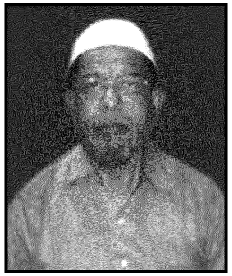

نام: حاجی شاہ جہاں بادشاہ

تخلص: ضیاؔ

ولدیت: مرحوم حاجی عبدالقدوس

(سابق صدر کامٹی نگر پریشد)

ولادت: ۱۰رمارچ ۱۹۵۲ء　　شاعری کا آغاز: ۱۹۷۸ء

تعلیم: گریجویٹ .B.A انگلش میڈیم　　پیشہ: بُرک بانڈ فیکٹری کنہان

پتہ: چودھری منزل، بھاجی منڈی کامٹی

مشورۂ سخن: مرحوم حاجی عبدالقدوس، ڈاکٹر مدحتؔ الاختر کامٹی، ظفر کلیم ناگپور

ڈاکٹر مدحت الاختر کے قابل ذکر شاگرد بادشاہ ضیاؔ کا تعلق مرحوم اقبال اشہر کی برادری سے ہے بادشاہ ضیا سیدھے شریف اور منکسر المزاج شخص ہیں فائن آرٹ گروپ جو کامٹی کے مایہ ناز اہل علم وفن کا حلقۂ احباب ہے بادشاہ ضیا بھی اسی گروپ سے منسلک ہے۔

تعلیم انگلش میڈیم سے حاصل کی اس لیے اردو ادب کی طرف کافی دیر سے پہنچے فی الحال اپنی شعری وادبی کاوش میں مصروف ہیں۔

نمونۂ کلام

قدم میرے ابھی تک ہیں زمیں پر
یقیں مجھ کو نہیں اپنے یقیں پر

وہی مرکز ہے میرے ہر سفر کا
جہاں بھی جاؤں میں پہنچے وہیں پر

جنوں میں تھا وہ سجدہ سنگِ در کا
مگر کیا نور آیا ہے جبیں پر

ہمیں مقتول بھی قاتل بھی ٹھہرے
ہمارے قتل کی تہمت ہمیں پر

نہ جانے اب بھٹکتی ہیں کہاں وہ
کبھی چھوڑا تھا منزل کو یہیں پر

ضیاءؔ جل بجھتا ہے جگنو کی صورت
تری ہاں پر کبھی تیری نہیں پر

تونگر حسین منصفؔ

نام: تونگر حسین تخلص: پہلے مجرمؔ تھا بعد میں منصفؔ اختیار کیا

ولدیت: غلام حسنین پتہ: کوتوال کا باڑہ حسین آباد کامٹی

مرحوم نثار علی ضیغم کے فرزند زادے تونگر حسین منصف کے قلم پر آج کل کچھ سکوت سا طاری ہے لیکن گذشتہ دہے تک جرأت رندانہ سے لبریز یہ بے باک شاعر اکثر مشاعروں اور شعری محفلوں میں شریک ہوتا تھا اس کی تخلیقات اخبار و رسائل میں شائع ہوئی ہیں۔

تونگر حسین منصفؔ کی شاعری کا رنگ اور ڈھنگ دونوں نرالا ہے وہ کسی کے

نقش قدم پر چلنے کے بجائے اپنی راہ خود نکالنے والا فنکار ہے۔ کاش منصف کی شاعری کا سکوت سمندر کی خاموشی ہو اور یہ پھر سے شعر و سخن کے میدان میں سرگرم ہو جائے۔

سہیلؔ عالم

نام: سہیل عالم

ولدیت: محمد بشیرؔ

ولادت: ۱۲؍ مئی ۱۹۷۱ء

پتہ: بھوئی لائن (صوفی نگر) کامٹی

سہیلؔ عالم کامٹی کے جواں سال اور ہونہار شاعر ہیں۔ سہیل عالم کی شاعری کا آغاز ۱۹۹۰ء کے آس پاس ہوا۔ ابتدا میں نعت و منقبت اور سلام و نوحے جیسی مذہبی اصناف سخن کی جانب متوجہ رہے لیکن استاد مولوی روشؔ جعفری کا سایہ پڑتے ہی ان کے اندر کا فنکار پورے طور پر متحرک ہو گیا، صوفیانہ افکار و خیالات کی حامل غزلیں بڑے اہتمام سے کہتے ہیں۔ آج کل بچوں کے لیے بھی کثرت سے نظمیں لکھ رہے ہیں ان کی زود گوئی اور قادر الکلامی کو دیکھ کر اکثر کامٹی کے اہل ذوق حیرت میں پڑ جاتے ہیں۔ سہیلؔ عالم کے والد (مرحوم) محمد بشیرؔ بھی کامٹی کے ایک صوفی شاعر گذرے ہیں جن کے انتقال کا عجیب و غریب واقعہ ڈاکٹر جاوید صاحب نے 'مسکراہٹ' (مطبوعہ ۲۰۱۲ء) میں تحریر کیا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ بشیرؔ صاحب عشق رسولؐ کی دولت سے مالا مال تھے۔

سہیلؔ عالم کامٹی کی ادبی تقاریب میں تو پیش پیش رہتے ہی ہیں نیز نشر و اشاعت کے معاملے میں بھی بہت تیز طرار ثابت ہو رہے ہیں ان کی تخلیقات ملک بھر

کے موقر اخبار و رسائل میں شائع ہو رہی ہیں۔ بچوں کی نظموں پر مشتمل سہیلؔ عالم کے اب تک دو شعری مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ ’’مسکراہٹ‘‘ (بچوں کے لیے) ’جعفری ساہتیہ اکادمی ے ۲۰۱۲ء میں شائع کیا تھا۔ جو بلا قیمت کامٹی کے طلبا میں تقسیم کیا گیا۔ سہیلؔ عالم کی دوسری کتاب ’’کلیاں کھلنے دو‘‘ قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان دہلی کے مالی تعاون سے ۲۰۱۴ء میں شائع ہوئی ہے۔

نمونۂ کلام

تحریر بدل دیتے ہیں قسمت کی ، نظر سے
مت دیکھ فقیروں کو حقارت کی ، نظر سے

ہم دیکھا کئے بس اسے حیرت کی نظر سے
جب اس نے بیاں اپنی ضرورت کی نظر سے

میں نے ہی اسے دیکھا کسی نے نہیں دیکھا
اس شوح نے جو آج شرارت کی نظر سے

جام و مئے و مینا سے کوئی دے نہیں سکتا
جو چیز مجھے تو نے عنایت کی ، نظر سے

عیبوں پہ نہ اوروں کے ہو انگشت نمائی
آئینہ اگر دیکھو صداقت کی نظر سے

مشکل سے ذرا چین ابھی پایا تھا دل نے
پھر دیکھ لیا اس نے شرارت کی نظر سے

وہ جس نے چمن سے کیا آمادۂ ہجرت

تکتا رہا ظالم مجھے حسرت کی نظر سے

ممکن ہی نہیں خامی رہے کوئی بھی عالم
گذرے جو غزل اہل بصیرت کی نظر سے

غزل

نقش تھے آسماں میں کیا کیا کچھ
عکس ہیں اس جہاں میں کیا کیا کچھ

گم ہوئے اس جہاں میں کیا کیا کچھ
فکر نام ونشاں میں کیا کیا کچھ

پہنچے منزل پہ ہم تنِ تنہا
لوگ تھے کارواں میں کیا کیا کچھ

تو ہمارا ہے پھر کمی کیا ہے
کھو دیئے اس گماں میں کیا کیا کچھ

ہم نے بازار عشق میں چھوڑا
فکر سود و زیاں میں کیا کیا کچھ

زندگی ، روشنی ، کشش ، عظمت
ہے ترے آستاں میں کیا کیا کچھ

چشم عبرت سے ہم نے دیکھا ہے
کارگاہِ جہاں میں کیا کیا کچھ

ترے انکار سے ہوا معلوم

تھا تری ایک ہاں میں کیا کیا کچھ
جان سکتا ہے ہم سے بہتر کون
ہے سہیل آسماں میں کیا کیا کچھ

ناظرؔ غدیری

نام: مقداد حسین

ولدیت: اشفاق حسین نجمی

پتہ: درگاہِ مولا علی، روڈ حسین آباد کامٹی

مشہور شاعر اہلبیت جناب اشفاق نجمی کے لائق فرزند ناظرؔ غدیری اپنے والد کی طرح نظامت کے میدان کے بھی شہسوار ہیں اور عمدہ و نفیس شاعری بھی کرتے ہیں ان کا قصرِ سخن رثائیت کے ستون پر استوار ہوتا ہے غزل ہو یا نظم ہر جگہ کربلا کے دل سوز واقعات کی جھلک واضح رہتی ہے۔

مسلسل کئی برسوں سے ناظرؔ غدیری آل انڈیا محفل مقاصدہ کی نظامت کے لئے ممبئی، اتر پردیش اور چھتیس گڑھ جیسے علاقوں میں مدعو کیے جا رہے ہیں امید کی جاسکتی ہے کہ یہ فنکار اپنے شہر کا نام ضرور روشن کرے گا۔

نوٹ: ناظرؔ غدیری اپنے والد کی نسبت سے ناظرؔ نجمی کے نام سے بھی معروف ہیں۔

عبید حارث

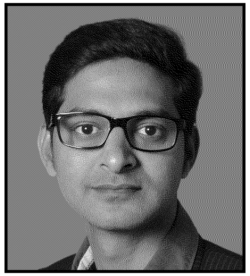

نام: عبید حارث

ولدیت: ڈاکٹر مدحت الاختر

ولادت: ۱۸؍جون ۱۹۸۰

مقیم: میرا روڈ، ممبئی

چاند پہلی کا ہو یا چودھویں کا، چاند ہوتا ہے۔ چاند اگر آدھا ادھورا دکھائی دے تو اس میں چاند کا کوئی قصور یا کمی نہیں ہوتی بلکہ یہ کرۂ ارض کی گردش کا نتیجہ ہے غرض یہ کہ ہلالی شکل بھی چاند ہی کی ایک شکل ہے اس لیے عبید حارث کی کم عمری کے مدِّ نظر محترم شمیم عباسؔ[1] (ممبئی) کا یہ کہنا کہ ”نظموں پر ان کی گرفت میں کساؤ آنا ابھی باقی ہے ٹھیک بات نہیں ہے۔

فن شاعری کے متعلق ایک عام رائے قائم کر لی گئی ہے کہ یہ ایک عمر کا متقاضی ہوتا ہے حالانکہ ہمارے یہاں ناصرؔ کاظمی، میرا جی اور مجاز جیسے نہ جانے کتنے ایسے باکمال شعرا ہوئے ہیں جن کی شہرت و مقبولیت نوجوانی ہی میں ہو چکی تھی یا پھر جواں مرگی کا شکار ہوئے۔ شہر کامٹی کے اقبال اشہرؔ ہی کو لے لیجیے چالیس پینتالیس برس کی عمر تھی اور دنیا سے رخصت ہو گئے لیکن تخلیقی ذہن ایسا پایا تھا کہ جتنے بھی اشعار کہے ہیں فن کے لحاظ سے پوری طرح 'ٹھوس' ہیں اور پھر بعض شعرا تو ۸۰ برس کی عمر میں بھی قابل ذکر شاعری نہیں کر پاتے۔ شاعری کے لیے عمر کوئی میزان یا کسوٹی نہیں

۱۔ اطراف، مطبوعہ ۲۰۱۵ء

ہے بلکہ بالغ النظری یا شعور مندی، شاعری کا لازمہ ہے۔

عبید حارثؔ کا تعارف اگر ان کے والد ڈاکٹر مدحت الاختر کے حوالے سے کیا جائے تو یہ کوئی معیوب بات نہ ہوگی جناب عبدالاحد سازؔ (ممبئی) نے 'اطراف' (مطبوعہ ۲۰۱۵ء صفحہ ۱۵) میں اپنے مضمون کی ابتدا اسی ڈھنگ سے کی ہے تاہم فنکار کی شناخت اس کا فن ہوتا ہے لہٰذا میں نے عبید حارث کو بطور فنکار ان کی فنی صلاحیتوں کے آئینے میں دیکھا تو اس نتیجے پر پہنچا کہ یہ خوبصورت نوجوان ہمارے ادبی منظر نامے کے لیے نیک شگون کے مصداق ہے۔

نمونۂ کلام

برا کہنا اگر معیوب ہوگا
تو ہر منظر یہاں کا خوب ہوگا
چلے ہیں منزلِ جاناں کی دھن میں
سفر کا ہر قدم محسوب ہوگا
نہ کوئی چاہنے والا ہے ایسا
نہ تم جیسا کوئی محبوب ہوگا
ثمود و عاد کی آبادیوں سے
گزر جانا ہی جلدی خوب ہوگا
جو اس کا بھی جواب آیا نہ حارثؔ
تو پھر یہ آخری مکتوب ہوگا

غزل

دلوں کے زخم بھرتے کیوں نہیں ہیں
ہم اس پر غور کرتے کیوں نہیں ہیں
دغا دے کر نکل جاتی ہے آگے
خوشی سے لوگ ڈرتے کیوں نہیں ہیں
تجارت کیوں ادھوری ہے ہماری
ہمارے ناپ بھرتے کیوں نہیں ہیں
کسی نے بھی نہ پوچھا دشمنوں سے
محبت آپ کرتے کیوں نہیں ہیں
ہماری زندگی ہے موت جیسی
یہی سچ ہے تو مرتے کیوں نہیں ہیں
نظر اوروں پہ کیوں رہتی ہے حارثؔ
ہم اپنا کام کرتے کیوں نہیں ہیں

عبدالحفیظ انصاری

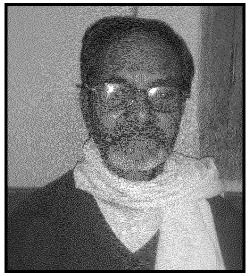

پتہ: پیلی حویلی کامٹی

عبدالحفیظ انصاری کامٹی کے ایسے شعرا میں سے ہیں جن کے پرلطف اشعار شہر میں گردش کرتے ہیں لیکن یہ دانستہ خود کو پوشیدہ رکھتے ہیں، اس پوشیدگی کے پیچھے کون سا راز پوشیدہ ہے یہ تو وہی جانتے ہیں۔

عبدالحفیظ صاحب استاد مولوی روشؔ جعفری اور حقؔ فیاضی کے ہم عصر ہیں۔ ان کی شاعری کا مزاج نظر رشیدی اور امداد علی امداد سے کہیں کہیں ہم آہنگ ہو جاتا ہے لیکن وہ مذکورہ شعرا کی تقلید قطعی نہیں کرتے بلکہ خالص اپنے رنگ میں شعر کہتے ہیں جو طنز و مزاح کی چاشنی لیے ہوئے ہوتا ہے۔

عبدالحفیظ صاحب کی زندگی کا ایک طویل عرصہ محلّہ نیا بازار کامٹی میں گذرا لیکن آج کل محلّہ پیلی حویلی میں سکونت پذیر ہیں۔ عبدالحفیظ انصاری کے دو شعر یہاں درج کیے جا رہے ہیں۔

بوجھ میت کا غریبوں ہی کے کاندھوں پہ رہا
ٹاٹا سومو سے گئے سیٹھ جی مٹی دینے

ہر طرف چندہ ہی چندہ ہر طرف فرقین ہے
یا الٰہی یہ بتا یہ دھن ہے یا دِین ہے

سید رضوان حیدر رضوی

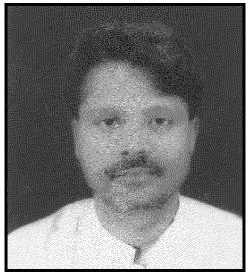

نام: سید رضوان حیدر رضوی

ولدیت: سید اصغر علی رضوی

ولادت: ۱۸/اپریل ۱۹۷۳ء

پتہ: سیدانی نگر کامٹی

شرف تلمذ: استاد مولوی روشؔ جعفری کربلائی

رضوانؔ رضوی، خواجہ عبارت حسین المعروف جمعدار صاحب (مرحوم) کے حقیقی نواسے ہیں۔ جمعدار صاحب کے متعلق استاد روشؔ جعفری فرماتے ہیں کہ وہ زبردست زود گو شاعر تھے ان کا مطالعہ بھی کافی وسیع تھا کسی زمانے میں حسین آباد میں منعقد ہونے والی محافل مقاصدہ کی شان ہوا کرتے تھے نو مشق شعرا کی حوصلہ افزائی اور رہنمائی بھی کرتے تھے۔

۱۹۹۲ء کے زمانے سے مشاعروں میں رضوان رضوی باقاعدہ شاعر کی حیثیت سے شرکت کر رہے ہیں اپنی مترنم آواز اور نپی تلی شاعری کی وجہ سے سارے شہر میں مقبول و معروف ہیں آج کل کامٹی کے باہر بھی بڑے بڑے مشاعروں میں شرکت کر رہے ہیں ناظم مشاعرہ کی خوبی سے بھی بہرہ مند ہیں نیز دیگر سماجی اور علمی و ادبی سرگرمیوں میں بھی پیش پیش رہتے ہیں۔

فی الحال 'اشہر جعفری ساہتیہ اکادمی' کے سکریٹری کے عہدے پر فائز ہیں۔

نمونۂ کلام

بشر تھے شر سے بھلا ہم فرار کیا کرتے
'' فرشتوں جیسی روش اختیار کیا کرتے''
لکھی تھی اپنے مقدر میں ہار کیا کرتے
انھیں کے پاس تھے سب اختیار کیا کرتے
یہ جانتے ہیں گیا وقت پھر نہیں آتا
وہ جانے والے کا ہم انتظار کیا کرتے
پرائے شہر میں فٹ پاتھ پر نہ سوتے تو
کوئی بتائے کہ ہم بے دیار کیا کرتے

وہ کررہے ہیں جو ذکر وفا تو کرنے دو
دعا جو کر نہ سکے جاں نثار کیا کرتے
نفس نفس ہے کرم مہربانی تیری ہے
تری عطاؤں کا یارب شمار کیا کرتے
نصیب ہی میں اسیری لکھی تھی جب رضواںؔ
قفس میں سن کے پیام بہار کیا کرتے

ریحان کوثر

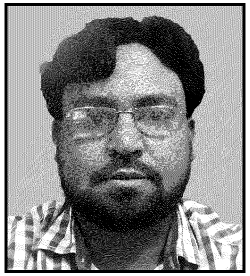

نام: ریحان کوثر

ولدیت: محمد شمیم

ولادت: ۹؍اکتوبر ۱۹۷۷ء

پتہ: ڈاکٹر شیخ بنکر کالونی

بھائی ریحان کوثر طالب علمی کے زمانے میں میرے ہم جماعت رہے ہیں لیکن میں اس بات سے بے خبر تھا جب ریحان کوثر کا نام 'کامٹی کے ادبی منظر نامے' پر نمودار ہوا تو اس نام پر میری کوئی خاص توجہ نہیں تھی ۲۰۱۵ء میں ہمارے اسکولی احباب علی شہید، وسیم باری اور نواب بھائی وغیرہ نے ایک تقریب منعقد کی جس میں تقریباً اسکول کے تمام ساتھی جمع ہوئے وہیں مجھے ریحان کوثر بھی نظر آئے تب پتہ چلا کہ ریحان اور میں ایک کلاس میں پڑھتے تھے حالانکہ ریحان اس بات سے واقف تھے لیکن کبھی کھلے نہیں مجھے یہ لکھتے ہوئے بڑی خوشی ہورہی ہے کہ میرا ایک ساتھی میرا ہم مشغلہ ثابت ہورہا ہے۔

ریحان کوثر ماہنامہ 'الفاظ ہند' اردو (کامٹی) کے مدیر ہیں یہ واحد رسالہ ہے جو کامٹی سے شائع ہورہا ہے اس رسالے میں ادب اطفال کو ترجیح دی جارہی ہے اسی لیے مضامین، انشائیے اور دیگر مشمولات خاص بچوں کی ذہنی سطح کے مطابق ہی رہتے ہیں ریحان کوثر کبھی کبھی شعر بھی کہتے ہیں۔

آج کل ربانی آئی۔ٹی۔آئی کے ڈائریکٹر ہیں، صحافت سے لے کر تعلیمی

سرگرمیوں تک جناب ریاضؔ امروہی ہر ہر قدم ریحان کوثر کے مددگار و معاون رہتے ہیں۔ ریحان کوثر اور ریاض امروہی کی جوڑی اگر اسی طرح سرگرم رہی تو ممکن ہے مستقبل میں یہ کوئی بہت بڑا کارنامہ انجام دیں جو اہل کامٹی کے لیے خوشی کا باعث ہو۔

طارقؔ اشہر

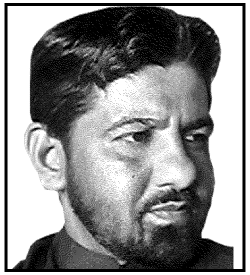

نام: طارق احمد قریشی

ولدیت: اقبال احمد (اشہرؔ) قریشی

ولادت: ۲؍جون ۱۹۸۱ء

پتہ: قریش نگر، بھاجی منڈی کامٹی

طارقؔ اشہر کامٹی کی قریش برادری کے ایک باوقار گھرانے کے سپوت ہیں۔ ان کے والد مرحوم اقبال اشہرؔ کامٹی کے جدید لب و لہجے کے صف اول کے شعرا میں شمار ہوتے ہیں (یہ کتاب ’کامٹی کا ادبی منظرنامہ‘ اقبال اشہرؔ سے منسوب ہے) طارقؔ کے چچا شکیل احمد قریشی (بابو) کامٹی کی فعال سماجی شخصیت ہیں فائن آرٹ گروپ کی تمام سیاسی، سماجی اور ادبی سرگرمیاں بابو شکیل قریشی کی فعالیت سے عبارت ہے۔ طارقؔ اشہر کے دوسرے چچا احمد اشفاق قریشی کا نام ’کامٹی کے ادبی منظرنامے‘ کا ایک روشن اور تابناک نام ہے اس کے علاوہ ناگپور کے مشہور شاعر حمیدؔ ناگپوری (مرحوم) سے بھی ان کا قریبی رشتہ ہے طارقؔ اشہر کے خانوادے میں اقبال اشہرؔ سے قبل بھی شاعری کا رواج رہا ہے اسماعیل ہمدمؔ صاحب (قریشی) اقبال اشہرؔ کے چچا تھے اس لحاظ سے طارقؔ اشہر خاندانی شاعر کہلانے کے حقدار ہیں۔

گذشتہ پندرہ سولہ برسوں سے طارقؔ اشہر شعر گوئی کی طرف متوجہ ہیں لیکن ایک زمانے تک خود کو چھپائے رہے ادبی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں لیکن خود بحیثیت شاعر مائک پر آنے میں شرماتے ہیں آج سے تقریباً دس بارہ سال قبل ناگپور کے ہندی ساہتیہ سمیلن (سیتابرڈی) کے مشاعرے میں ایک غزل انہوں نے پڑھی تھی اس کے علاوہ سینٹرل جیل (ناگپور) کے مشاعرے (جیل کے اندر) میں بھی انہوں نے اپنا کلام پیش کیا تھا لیکن نہ جانے کیوں کامٹی میں مائک پر آنے کی ہمت نہیں کر پاتے جہاں تک شعری صلاحیتوں کا معاملہ ہے تو پورے یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ طارقؔ اشہر فطری شاعر ہیں۔

طارقؔ اشہر اپنے کلام کی حفاظت میں بالکل بے توجہی کا شکار ہیں شعر کہتے ہیں لیکن کسی بیاض میں لکھ کر محفوظ نہیں کرتے بقول استاد روشؔ جعفری یہی حال جوانی میں مرحوم اقبال اشہرؔ کا بھی تھا جس کی وجہ سے نہ جانے کتنی نایاب غزلیں تلف ہوگئیں۔

خوشی کی بات یہ ہے کہ دوستوں اور کامٹی کے دیگر اہل ذوق حضرات کے اصرار کے باعث طارقؔ اشہر دھیرے دھیرے ’کامٹی کے ادبی منظرنامے‘ پر نمودار ہو رہے ہیں۔

نمونۂ کلام

جو خدا کے ولی سے ملتا ہے
راستہ وہ نبیؐ سے ملتا ہے

وہ شگفتہ مزاج ہے لیکن
کس قدر سادگی سے ملتا ہے
لطف جینے کا اور مرنے کا
عشق سے عاشقی سے ملتا ہے
جس سے کرتے ہیں اُس کا شکوہ ہم
وہ بھی چھپ کر اُسی سے ملتا ہے
حُسن مغرور ہے ہزار مگر
عشق ! پھر بھی اُسی سے ملتا ہے
وہ کسی چیز سے نہیں ملتا
جو تری بندگی سے ملتا ہے
رنج دُکھ درد بے کلی کیا کیا
اک تری بے رخی سے ملتا ہے
حوصلہ ظلمتوں سے لڑنے کا
ہم کو نادِ علی سے ملتا ہے
یاد جب کربلا کی آتی ہے
لطف پھر تشنگی سے ملتا ہے
چودھویں شب میں چاند ہلکا سا
نقشِ پائے نبیؐ سے ملتا ہے
ذاتِ حق کا پتہ ہمیں طارقؔ
آپؐ کی پیروی سے ملتا ہے

غزل

برس اے ابر کرم اب تو زندگی بن کر
''زمین خشک کو سیراب کر نمی بن کر''
جو نور چاند چراتا ہے اُن کے چہرے سے
اُتر رہا ہے مری چھت پہ چاندنی بن کر
جو مرے نام سے منسوب تھے زمانے میں
نظر وہ مجھ سے چراتے ہیں اجنبی بن کر
کسی غریب کی بیٹی جوان ہوجائے
ہزار چہرے نکل آتے ہیں سخی بن کر
سیاہ رات میں جیسے کوئی چراغ جلے
خدا بسا ہے مرے دل میں روشنی بن کر
کبھی کبھی تو بڑی سادگی سے ملتا ہے
وہ پیش آتا ہے لیکن کبھی کبھی بن کر

☆

امیر شہر کو کاسہ تھما دو
میں دل خیرات کرنا چاہتا ہوں

حصار لفظ و معانی میں کس طرح آئے
ترے لیے تو مرا عشق صوفیانہ ہے

عمران آصف

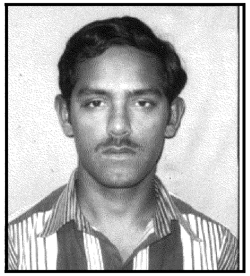

نام: عمران آصف

ولدیت: نسیم احمد

ولادت: ۴/اگست ۱۹۸۱ء

پتہ: صوفی نگر (بھوئی لائن)

کامٹی میں ایک سلجھے ہوئے صوفی شاعر محمد بشیرؔ (مرحوم) ہوئے ہیں عمران آصف انہیں کے فرزندزادے ہیں آصف عمران کے چچا سہیلؔ عالم اس وقت ' کامٹی کے ادبی منظر نامے ' کی ایک اہم شخصیت ہیں۔ عمرانؔ آصف کے خانوادے میں شعرو سخن کی محافل کا مذہبی عنوان کے تحت ایک زمانے سے اہتمام ہو رہا ہے۔ گیارہویں شریف کے مہینے میں محفل میلاد اور بشمول محرم الحرام دیگر مخصوص تاریخوں پر سلام و منقبت کی نشستوں کا انعقاد ان کے یہاں ہوتا رہتا ہے جس میں عمران آصف خود بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں غرض یہ کہ اسی ماحول نے عمران آصف میں شعری ذوق کی نمو کی ہے۔

عمران آصف پچھلے آٹھ دس برسوں سے شاعری کر رہے ہیں ابھی مشق کا زمانہ ہے پھر بھی اچھے شعر کہتے ہیں، استاد روشؔ جعفری کی شاگردی میں ہیں۔ مشاعروں اور محفلوں میں ترنم سے پڑھتے ہیں غزل کے علاوہ نعت ومنقبت اور سلام ان کی پسندیدہ اصناف سخن ہیں۔

نمونۂ کلام

کروں کیا تذکرہ عرش بریں کا
نہیں ہے علم جب مجھ کو زمیں کا
مرے دل کی اداسی بڑھ گئی ہے
جواب آیا ہے جو ان سے نہیں کا
بوقت نزع وہ تشریف لائے
مداوا ہوگیا قلب حزیں کا
کیا برباد گلشن کو سبھی نے
مگر بس نام آتا ہے ہمیں کا
جو گر جائے نظر سے خود کی آصف
جہاں میں وہ نہیں رہتا کہیں کا

شمس جعفری

نام: حسن رضا

تخلص: شمس جعفری

ولدیت: مولانا مسلم رضا جعفری

پتہ: جمال پورہ کامٹی

ولادت: ۲۷ دسمبر ۱۹۸۴ء تعلیم: M.A.

پیشہ: بینکنگ کے شعبہ سے وابستہ ہیں اور آج کل مالیگاؤں میں سکونت پذیر ہیں۔

مولانا مسلم رضا جعفری (پیش امام مسجد جعفریہ) کے سب سے چھوٹے فرزند اور استاد مولوی روشؔ جعفری کے بھتیجے شمسؔ جعفری کی شاعری کا مرکز و محور 'کربلا' ہے۔ غزل ہو یا اور کوئی صنف سخن رثائیت کے اثرات نمایاں رہتے ہیں نوحہ، سلام، قصائد اور نعت و منقبت کثرت سے لکھتے ہیں۔ شمسؔ کا کلام محرم کی مجلسوں اور جلوسوں میں کامٹی کے نوحہ خواں بڑے اہتمام سے پڑھتے ہیں بالخصوص بلال حسین (نوحہ خواں) شمسؔ کی شاعری کے دیوانے ہیں اسی لیے اکثر مجالس میں وہ شمسؔ کا کلام پڑھتے ہیں۔

محمد رضا جوہری

نام: محمد رضا

ولدیت: محمد موسیٰ

پتہ: نزد درگاہِ مولا علی، حسین آباد کامٹی

کامٹی کے معروف و معتبر شاعر جناب منظور جوہرؔ سے کسب ہنر کرنے والا یہ نوجوان اپنے استاد منظور جوہرؔ کی نسبت سے کامٹی کے رثائی ادب کے نئے قلم کاروں کی فہرست میں محمد رضا جوہری کے نام سے اپنی شناخت قائم کر رہا ہے۔

محمد رضاؔ جوہری کی اب تک کوئی غزل سننے یا پڑھنے میں نہیں آئی لیکن نعت، منقبت، سلام، نوحے وغیرہ اکثر محفلوں میں زیر سماعت آتے ہیں نیز محرم کے دنوں میں جلوس عزا اور مجلسوں میں بھی ان کا کلام مقامی نوحہ خواں پڑھتے ہیں۔

مبارک حسین جعفری

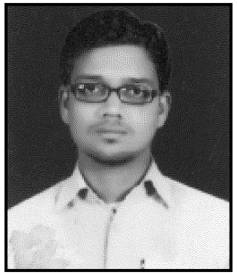

نام: مبارک حسین

تخلص: مبارک جعفری

ولدیت: محبّ علی

ولادت: ۲۰/اگست ۱۹۸۹ء

پتہ: مین روڈ، حسین آباد کامٹی

استاد تجمل حسین (مرحوم) کے وطن جلال پور کے مایہ ناز شاعر و ادیب حضرت زاہد جعفری (جلالپوری) کے خاندان کی ایک شاخ کامٹی کے محلّہ حسین آباد میں تقریباً ۱۰۰ سال سے سکونت پذیر ہے مبارک جعفری اسی شاخ کے حسین غنچے کا نام ہے یہ نوجوان فنکار گھر کی معاشی بدحالی کے باعث گھریلو کاروبار سے منسلک ہو گیا لیکن اپنی علمی قابلیت میں اضافے کی ہر ممکن کوشش کرتا رہا کامٹی کے رثائی ادب کی جید شخصیت حاجی اظہار الحسن حیدری (مرحوم) کی صحبت فیض رساں نے مبارک جعفری کو علم و ادب کے میدان میں متحرک کر دیا۔ مبارک جعفری کے والد مرحوم محبّ علی کامٹی کے مشہور مرثیہ خواں ذکی (مرحوم) کی گول میں مرثیہ خوانی کیا کرتے تھے مختصر یہ کہ ان کے یہاں شاعری کا ماحول رہا ہے۔

شاعری کے علاوہ مبارک جعفری فن موسیقی میں بھی درک رکھتے ہیں شاید اسی لیے ان کا شعری وجدان ہر لحاظ سے توانا ہے۔

کامٹی کے چند موجودہ نثر نگار

ڈاکٹر ارشد جمال

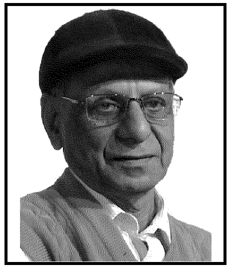

نام: ارشد جمال

ولدیت: عبدالحمید جمال

تاریخ پیدائش: ۲۵/ مارچ ۱۹۴۴ء

ڈاکٹر ارشد جمال کا خاندانی پس منظر بڑا تابناک رہا ہے۔ ارشد جمال کے والد محترم ماسٹر حمید جمال (مرحوم) کا شمار کامٹی کے صفحۂ اول کی علم دوست اور ادب نواز شخصیات میں کیا جاتا ہے بقول محمد ایوب (ڈپٹی مینجر ایئر انڈیا) ماسٹر حمید جمال صاحب کے دادا ''حاجی ترنّم'' (زمانہ اٹھارویں صدی) 'پچرا' (ایک قسم کا صوفیانہ کلام) کے بہترین شاعر گذرے ہیں۔ ڈاکٹر ارشد جمال صاحب کا مکمل تعارف ان کی تحقیقی کتاب 'شبلی کی سیرت نگاری' مطبوعہ ۲۰۱۳ء کے صفحہ ۶ سے ۸ تک میں درج ہے جس سے ان کی علمی و ادبی خدمات کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

ڈاکٹر ارشد جمال کی تحریریں خالص ادبی نوعیت کی حامل ہوتی ہیں۔ سیاست اور مذہبیات کی پر پیچ وادیوں میں سرگرداں رہنے کے بجائے ادب میں ادبیت تلاش کرنے کی سعی کرتے ہیں۔

شہر کامٹی میں یوں تو عبدالستار فاروقی (مرحوم) اور عبدالرب عرفان (مرحوم) جیسے صاحب بصیرت اہل قلم بھی پیدا ہوئے لیکن ڈاکٹر ارشد جمال صاحب کی نثر نگاری کا کینوس Canvas جتنا وسیع و عریض ہے کسی کا نہیں، ان کے مضامین میں سطحی نثر نگاری کا نمونہ کم کم ہی نظر آتا ہے، سلیس، شستہ اور رواں طرز تحریر ان کا خاصہ

ہے اگر کہیں کسی شاعر یا ادیب پر تنقید بھی کرتے ہیں تو لطیف انداز بیان میں۔ان کے یہاں بھونڈی یا بھدّی تحریریں یا جملے بالکل نظر نہیں آتے۔ڈاکٹر ارشد جمال صاحب نے مختلف ادبی عنوانات پر تنقیدی اور تحقیقی مضامین لکھے ہیں جو کتابی شکل میں بھی شائع ہو چکے ہیں، ’کامٹی کی شعری روایت‘ ان کی مقبول تصنیف ہے جس میں شہر کامٹی کے شاعرانہ ماحول کا جائزہ لیا گیا ہے۔

ڈاکٹر جاوید احمد سعیدی

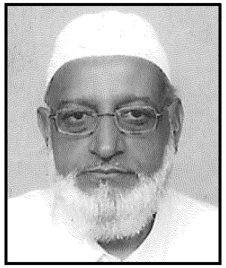

نام: جاوید احمد

ولدیت: حافظ بشیر احمد

تاریخ پیدائش: ۸/اپریل ۱۹۴۹ء

پتہ: گلفشاں 61/A سول کالونی، کلمنا روڈ کامٹی

کامٹی کے موجودہ نثر نگاروں میں ڈاکٹر جاوید احمد کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔مکتوب نگاری سے لکھنے کا آغاز ہوا انگریزی اور اردو کے اخبارات کے مدیروں کو ابتدا میں خطوط لکھے جو شائع بھی ہوئے یہیں سے نثر نگاری کی تحریک پیدا ہوئی شروع میں ’بچوں کے ادب‘ کو اپنا میدان بنایا متعدد کہانیاں ملک کے مقتدر رسائل میں شائع ہوئیں اس کے بعد ان کی نثر نگاری کا دائرہ پھیلتا چلا گیا ہے الگ الگ موضوعات پر تنقیدی مضامین بھی لکھے گئے کئی کتابیں منظر عام پر آئیں اور خاصی مقبول بھی ہوئیں۔

بچوں کے ادب پر ’’اصل پونجی‘‘، ’ماحولیات اور انسان‘ شائع ہوئی مذکورہ دونوں کتابیں بہار اردو اکادمی اور مہاراشٹر اردو اکادمی کے انعامات سے سرفراز ہوئیں

اس کے علاوہ ’ادبی شذرات‘ (ادبی مضامین اور انشائیوں کا مجموعہ) بھی شائع ہوا ایک کتاب زیر ترتیب ہے امید ہے جلد ہی منظر عام پر آئے گی۔

درس و تدریس کے شعبہ سے وابستہ رہے، ملازمت سے سبکدوشی کے بعد بھی اپنی نثر نگاری کے ذریعے تعلیم کی ترویج کا فریضہ انجام دے رہے ہیں متعدد ایوارڈ اور اعزازات سے نوازے جا چکے ہیں کامٹی کی معروف ادبی تنظیم ’جعفری ساہتیہ اکادمی‘ گجری بازار کامٹی کی جانب سے ’سعادت حسن منٹو‘ ایوارڈ سے ۲۸/ مارچ ۲۰۱۵ء میں سرفراز کیے گئے۔

سماجی و معاشرتی سطح پر بھی متحرک رہتے ہیں۔مذہبیات سے بھی لگاؤ ہے مزاج میں نرمی ہے چھوٹے بڑے ہر آدمی سے مخلصانہ رویہ اختیار کرتے ہیں اسی لیے جس سے بھی ملتے ہیں اپنا گرویدہ بنا لیتے ہیں۔

علاقائی ادبی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں سہیل عالم کی شاعری کا عمدہ تجزیہ کیا ہے اور استاد مولوی روشؔ جعفری کے فن مرثیہ گوئی پر مقالہ پڑھا جو ناگپور آکاش وانی سے نشر ہوا۔

القصہ ڈاکٹر جاوید احمد کی نثر نگاری کامٹی کے دیگر نثر نگاروں کی بہ نسبت کافی وسعت رکھتی ہے۔نشر و اشاعت کے معاملے میں بھی ڈاکٹر جاوید احمد کا فی الحال کامٹی میں کوئی ثانی نہیں ہے۔

تعلیمی قابلیت کے لحاظ سے بھی وہ بہت آگے ہیں۔سائنس سے بھی گریجویٹ ہیں اور آرٹ سے بھی۔بی۔ایڈ، ڈبل ایم۔اے اور پی ایچ۔ڈی کی ڈگری تک حاصل کی ہے۔

ڈاکٹر رفیق اے۔ایس

نام: محمد رفیق اے۔ایس

والد کا نام: حکیم عبدالستار

تاریخ پیدائش: ۲۴؍جون ۱۹۵۸ء

تعلیم: بی۔ایس۔سی، بی۔ایڈ، ایم۔اے، ڈی۔ایس۔ایم، پی ایچ۔ڈی

پیشہ: معلم

کامٹی میں نثر نگاری کی جانب پوری ذمہ داری اور ادبی دیانت داری کے ساتھ متوجہ رہنے والوں میں آج کل ڈاکٹر رفیق اے۔ایس صاحب کا نام ترجیحی مقام کا حامل ہے۔ مشکل پسندی ان کے مزاج کا خاصہ ہے شاید اسی لیے سائنسی موضوعات کو انہوں نے اپنی نثر نگاری کے لیے بطور خاص منتخب کیا ہے۔ سن ۱۹۸۷ء میں ان کی پہلی کتاب 'پیٹ کے کیڑے' قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی سے شائع ہوئی تھی اس کتاب کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اب تک مذکورہ کتاب کے چار ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ اب تک ڈاکٹر رفیق اے۔ایس صاحب کی تقریباً دس کتابیں شائع ہو چکی ہیں اور ہر کتاب کے کئی کئی ایڈیشن شائع ہوئے ہیں کسی کا پانچ ایڈیشن تو کسی کتاب کا چھ اور آٹھ ایڈیشن تک نکل چکا ہے ان کی کتاب ''ماحولیات ایک مطالعہ'' قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کے مالی تعاون سے آئیڈیل پبلی کیشنز نے ۲۰۰۹ء میں شائع کیا ہے۔ یہ کتاب مہاراشٹر اردو اکادمی ممبئی اور بہار اردو اکادمی پٹنہ سے انعام یافتہ بھی ہے۔

ڈاکٹر رفیق اے۔ایس صاحب مختلف سماجی نیز ادبی تنظیموں سے بھی وابستہ ہیں کامٹی کی معروف ادبی و سماجی تنظیم 'انجمن عصری ادب' کے بانیوں میں سے ہیں اور آج بھی تنظیم کے جنرل سکریٹری کے عہدے پر فائز ہیں۔

۱۹۷۴ء سے ہندوستان کے موقر اخبارات و رسائل میں ان کے مضامین شائع ہو رہے ہیں۔

تعلیمی، سائنسی و ماحولیاتی موضوعات پر منعقد ہونے والے سیمینار میں بھی مدعو کیے جاتے ہیں۔ قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان نئی دہلی کے سائنس اور ماحولیات کی مشاورتی کمیٹی کے ممبر بھی ہیں مختلف ایوارڈ سے بھی نوازے گئے ہیں۔

ابھی حال ہی میں جعفری ساہتیہ اکادمی کی جانب سے موصوف کی علمی و ادبی خدمات کے اعتراف میں انہیں ڈاکٹر رادھا کرشنن ایوارڈ سے نوازا گیا ہے مختلف مصنفین کی کتابوں میں ابتدائیہ و تبصرہ، ماہنامہ رسالہ ''تعلیمی سفر'' کی ادارت، ایجوکیشن بورڈ کی ذمہ داریاں، القصہ ڈاکٹر رفیق اے۔ایس کامٹی کے ایک ایسے انتہائی مصروف نثر نگار ہیں جنھیں ہم کامٹی کے ادبی منظر نامے کا ناقابل فراموش باب کہہ سکتے ہیں۔

محمد ایوب

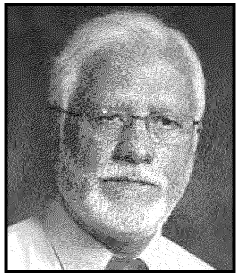

نام: محمد ایوب

ولدیت: عبدالستار

ولادت: ۱۵ر ستمبر ۱۹۵۳ء

پیشہ: ریٹائرڈ ڈپٹی مینجر ایئر انڈیا

محترمی ریحان کوثر صاحب نے محمد ایوب صاحب کی شخصیت اور مزاج بلکہ خلوص نیت کے حوالے سے قطعی مناسب لکھا ہے کہ: محمد ایوب صاحب اردو زباں کے ان خاموش خدمت گذاروں میں سے ہیں جو نام سے نہیں، کام سے پہچانے جاتے ہیں'' اردو کے یہ بے لوث خادم جب تک ممبئی میں مقیم رہے وہاں کی علمی و ادبی سر گرمیوں میں شریک رہے اور جب سے واپس اپنے وطن کامٹی تشریف لائے ہیں یہاں کی ادبی گہما گہمی میں اضافہ کے باعث ثابت ہو رہے ہیں۔

کامٹی کی اردو لائبریریوں میں نئی روح پھونک دی ہے اس کے علاوہ مشاعرے اور نشستوں میں نظامت کے فرائض بھی انجام دے رہے ہیں ایک آدمی بیک وقت کتنا کام کرسکتا ہے مشاہدہ کرنا ہو تو ایوب صاحب کو دیکھنا چاہیے۔ کلام شہرت اور کلام ناظم کی تلاش پھر اس کی تدوین و ترتیب کے بعد اشاعت او پھر اجرا کا اہتمام کرنا وہ بھی بڑے محدود وقت میں سلیقے اور ہنر مندی کے ساتھ یہ ایوب صاحب کا ہی خاصہ ہے۔

ایوب صاحب کے متعلق محترم اشفاق احمد (راعین) نے بتایا کہ ''ایوب

صاحب کو نوجوانی میں شاعری سے بھی شغف رہا ہے۔''

بہر حال آج کل نثر نگاری کی طرف متوجہ ہیں ان کے مضامین (مقالے) پر دریا کو کوزے میں سمیٹنے کا محاورہ صادق آتا ہے۔ زبان پر گرفت بیان پر قدرت ان کی تحریر کا وصف خاص ہے۔ خالص ادبی موضوعات پر خامہ فرسائی کرتے ہیں۔ آج کل 'ماہنامہ الفاظ ہند' کامٹی کی مجلس مشاورت میں بھی شامل ہیں۔

استفادہ

’کتاب حرف ابجد‘ ازقلم ڈاکٹر انور جلالپوری   ملنے کا پتہ: اقرا کمپیوٹر سینٹر کانجو روڈ الہ آباد

’کامٹی کی ادبی تاریخ‘ ازقلم ڈاکٹر شرف الدین ساحل ناگپور مطبوعہ ۱۹۸۲ء

میگزین 'Thinking Jenius' ناگپور ایڈیٹر: جگدیش ساہو مطبوعہ دسمبر ۲۰۰۹ء

’کامٹی کی شعری روایت‘ ازقلم ڈاکٹر ارشد جمال کامٹی   مطبوعہ اگست ۲۰۰۲ء

’ادبیات اسلامی پر ایران کا اثر‘ مترجم عبدالستار فاروقی   مطبوعہ جون ۱۹۷۴ء

’مجلّہ سنگ میل‘ مدیر اعلیٰ مولوی روشن جعفری کامٹی   مطبوعہ ۲۰۰۴ء

’سعید کامٹوی عہد شخصیت اور فن‘ ازقلم ڈاکٹر عبدالحمید پٹیل   مطبوعہ اگست ۱۹۹۹

’کلام شہرت‘ مرتب: محمد ایوب   مطبوعہ ۲۰۱۴ء

’کلام ناظم‘ مرتب: محمد ایوب   مطبوعہ ۲۰۱۵ء

’بے صدا فریاد‘ شاعر: اقبال اشہر کامٹوی   مطبوعہ ۲۰۱۲ء

’میری گفتگو تجھ سے‘ شاعر: ڈاکٹر مدحت الاختر   مطبوعہ ۲۰۰۴ء

’ہمارا ماحول‘ مصنف: ڈاکٹر رفیق اے۔ ایس   مطبوعہ ۲۰۱۳ء

’مدحت الاختر شخص اور شاعر‘ مصنفہ: ڈاکٹر سروشہ نسرین قاضی مطبوعہ ۲۰۱۴ء

’مسکراہٹ (بچوں کے لیے)‘ شاعر: سہیل عالم کامٹوی   مطبوعہ ۲۰۱۲ء

’کلیاں کھلنے دو‘ شاعر: سہیل عالم کامٹوی   مطبوعہ ۲۰۱۵ء

’جادہ و منزل‘ شاعر: ڈاکٹر غیاث الدین سلیم اچلپور   مطبوعہ ۲۰۰۲ء

’شبلی کی سیرت نگاری‘ ڈاکٹر ارشد جمال   مطبوعہ ۲۰۱۳ء

’ماہنامہ الفاظ ہند کامٹی‘ ایڈیٹر: ریحان کوثر   ۲۰۱۴ء کے تقریباً ۴ شمارے

ودربھ میں جدید اردو شاعری: ایک مطالعہ   مرتب: ڈاکٹر اظہر حیات مطبوعہ ۲۰۱۲ء

کامٹی کی ادبی و سماجی تاریخ کے متعلق مندرجہ ذیل حضرات سے بھی معلومات حاصل کی گئی ہے۔

استاد مولوی روشن جعفری کربلائی   پتہ: کاشانۂ مسلم، حماپورہ کامٹی

ڈاکٹر مدحت الاختر   پتہ: وارث پورہ کامٹی

ظفر کلیم ، ظہیر عالم ، وکیل نجیب   پتہ: ناگپور

منظور الحق انصاری (شاکر)   پتہ: نیوایرکھیڑا کامٹی

ڈاکٹر جاوید احمد سعیدی   پتہ: بی بی کالونی کامٹی

حکیم اختر الاسلام سلیمی   پتہ: نیو کامٹی

شمیم احمد (نہرو)   پتہ: وارث پورہ کامٹی

محمد ایوب (سابق ڈپٹی مینیجر ائیر انڈیا)   پتہ: سعید نگر، کلمنا روڈ کامٹی

الحاج مولوی مسلم رضا کربلائی (پیش امام مسجد جعفریہ)   پتہ: کاشانۂ مسلم، حماپورہ کامٹی

عارف جمالی   پتہ: بنکر کالونی کامٹی

حق فیاضی   پتہ: نیا بازار کامٹی

اشفاق احمد قریشی — پتہ: قریش نگر کامٹی

سہیل عالم — پتہ: صوفی نگر کامٹی

ماسٹر اظہر حیدری — پتہ: نیو کامٹی

ماسٹر وقار احمد — پتہ: اسماعیل پورہ کامٹی

اس کے علاوہ کامٹی کے اور بھی صاحبان علم وادب سے اس کتاب کی تیاری کے دوران رابطہ کیا گیا ہے۔

تاثرات

"نقی جعفری کو میں ان کے زمانۂ طفولیت سے جانتا ہوں ان کی علمی وادبی سرگرمیوں اور خدمات سے واقف ہوں۔ وہ اپنے ہر کام میں محنت، ایمانداری اور نہایت لگن کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے انجام تک پہنچاتے ہیں۔ اردو نثر میں تنقیدی و تحقیقی مضامین لکھنے کے ساتھ شاعری میں بھی مہارت رکھتے ہیں۔ شاعری میں بھی وہ ایک منفرد اسلوب اور طرز بیان کے حامل شخص ہیں۔ نثر و نظم دونوں میں تعمیری واصلاحی مزاج اور رجحان رکھتے ہیں۔ ان کی فکر کے تحت وجود میں آنے والا نثری وشعری سرمایہ اردو ادب میں گراں قدر اضافے کی حیثیت رکھنے والا ثابت ہوگا۔"

منظور الحق انصاری (شاکر) کامٹی

"نقی جعفری نے اپنے عزم معتبر کے ساتھ جتنی تیزی سے ادبی اور شعری سفر کا آغاز کیا تھے، اتنی ہی تیزی کے ساتھ اپنی تعین کردہ منزلوں تک پہونچ گئے، میں نے 'کامٹی کا ادبی منظر نامہ' کا خوبصورت مسودہ تھوڑا بہت دیکھا ہے جس سے ان کے

منصفانہ نظریے کا اندازہ ہوتا ہے، جو دل و دماغ کو متاثر کرتا ہے،
امید کرتا ہوں کہ وہ مستقبل میں بھی اسی نوعیت کے ادبی کارنامے
انجام دیتے رہیں گے میری نیک تمنائیں ان کے ساتھ ہیں۔''

شاعر اہل بیت: اشفاق نجمی کامٹی

''جو بھی کہوں گا سچ کہوں گا سچ کے سوا کچھ نہ کہوں گا! نقی جعفری،
الف سے ی تک مکمل فنکار ہے۔شاعری کرتا ہے تو ایسے جیسے وہ
صرف شاعر ہے، مضمون لکھتا ہے تو ایسے جیسے صرف نثر نگار ہے،
مائک پر جب لب کشا ہوتا ہے تو ایسا لگتا ہے وہ صرف باتیں کرنے
کے لیے پیدا ہوا ہے اس کی باتیں دل و دماغ دونوں کو متاثر کرتی
ہیں اور اگر وہ خاموش رہتا ہے تو اس کی خاموشی سمندر کی خاموشی کی
طرح محسوس ہوتی ہے یہ بظاہر مجموعۂ اضداد ہے لیکن میرے خیال
سے یہ مظہر العجائب، باب العلم علی سے عشق کا انعام ہے۔''

سہیلؔ عالم (صدر: اشہرؔ جعفری ساہتیہ اکادمی، کامٹی)

''کامٹی کی سرزمین علم و ادب کے اعتبار سے ہمیشہ سے زرخیز
رہی ہے۔ اس وقت زیادہ خوشی کی بات یہ ہے کہ نوجوان نسل
اپنے اس اثاثے کو محفوظ کرنے اور لوگوں تک پہنچانے میں بھی
سرگرم ہے۔ میں اس کتاب (کامٹی کا ادبی منظر نامہ) کی

اشاعت پہ عالیجناب نقی جعفری صاحب کو دلی مبارکباد پیش کرتا
ہوں۔''

ڈاکٹر سمیر کبیر، ناگپور

''مشاعروں کے اسٹیج سے لے کر نثر نگاری کے گلستان تک
نقی جعفری ادب کے ہر میدان میں شہسوار ثابت ہو رہے ہیں۔
میں اس جواں سال فنکار کی خداداد صلاحیتوں کا معترف ہوں۔
نقی جعفری کو دیکھ کر مجھے کامٹی کے شعر و ادب کا روشن مستقبل نظر
آتا ہے۔''

پروفیسر اسرار، لکچرار، پوروال کالج کامٹی

''نقی کی زندگی کا بیشتر حصہ زندگی کو سمیٹنے میں گذرا یہی وجہ ہے کہ بے
پناہ صلاحیتوں کے باوجود ان کی تصنیفی خدمات کتابوں کی شکل میں
دیر سے آرہی ہے۔ ان کے قلم کو خاطر خواہ جولانیوں کا موقع ہی کب
میسر آیا مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ ان کے قلم سے جو بھی تحریریں معرض
وجود میں آئیں وہ نہ صرف علمی و تاریخی نکتہ طرازیوں کا اعلیٰ نمونہ ہے
بلکہ وہ ادبی اور لسانی خوبیوں کے حسین شہ پارے بھی ہیں۔ 'کامٹی کا
ادبی منظر نامہ' اس سلسلے کا روشن آغاز ہے۔''

ریحان کوثر (مدیر ماہنامہ الفاظ ہند کامٹی)

تہنیتی قطعہ

نتیجۂ فکر: ماسٹر اظہرؔ حیدری

ہیں کئی پشتوں سے اے اظہرؔ یہ معمارِ ادب
زیب دیتی ہے نقی کے سر پہ دستارِ ادب
’ کامٹی کا ادبی منظر نامہ‘ لکھ کر جعفریؔ
ادبی حلقوں میں ہوئے مشہور ’سالارِ ادب‘

نوٹ: نقی جعفری کے والد کامٹی کے مشہور ومعروف شاعر استاد مولوی روشؔ جعفری صاحب مدظلہ العالی ہیں اور نقی جعفری کے دادا مرحوم التجا حسین جوہرؔ (۱۹۱۱ء تا ۲۰۰۸ء) بھی شاعر تھے نیز التجا حسین جوہرؔ کے بھائی امداد علی امدادؔ (۱۹۲۵ء تا ۱۹۹۷ء) اور رمضان علی شوقؔ (ولادت: ۱۹۳۰ء) بھی شاعری کے ذوق سے بہرہ مند تھے اور عمدہ شاعری کرتے رہے ہیں۔

ماسٹر اظہرؔ حسین حیدری کامٹی

مصنف کا شجرۂ نسب

شمالی ہند کے ضلع ’اکبر پور‘ (نیا نام امبیڈکر نگر) کے قصبہ ’لور پور‘ کے دو راجپوت بھائیوں میں سے ایک نے مذہب حقہ قبول کرلیا غالباً اس کا نام ’ٹھاکر الّن سنگھ‘ یا ’ٹھاکر کلّن سنگھ‘ تھا۔ اسی نومسلم کی نسل میں ’دسئی بابا‘ ہوئے ہیں۔ نقی جعفری کے شجرے کی معلومات ’دسئی بابا‘ تک متواتر ملتی ہے۔